ترجمہ تلخیص المنطق دوم

ملخِّص:-الشیخ محسن علی النجفی (اعلی اللہ مقامہ)

مترجم: آصف علی مھدوی

ترتیب وتدوین: آغا شفقت حسین قمی

چوتھا باب

قضایا اور ان کے احکام

قضیہ :

خبر اور قضیہ کی ہم نے اس طرح سے تعریف کی ہے کہ ایسا مرکب تام جس کو سچ یا جھوٹ کے ساتھ ہمارا متصف کرنا صحیح ہو۔

ہمارا مرکب تام کہنا جنس قریب ہے جو خبر اور انشاء کو شامل ہے اور باقی تعریف خاصہ ہے جس کے زریعے انشاء خارج ہو جاتا ہے۔ پس یہ تعریف رسم تام کے زریعے ہے کیوں کہ یہ جنس قریب اور خاصہ پر مشتمل ہے۔

تعریف دقیق ہو جائے اس لیے ہم کلمہ لذاتہ کا اضافہ کرتے ہیں۔ کیوں کہ کبھی کبھار غافل شخص وھم کرتا ہے کہ کچھ انشاءات ہیں جن کو سچ و جھوٹ کے ساتھ متصف کیا جارہا ہے۔

(وھم کی مثال) جیسے کہ اگر ایک شخص ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جس کو وہ جانتا ہو یا غنی آدمی فقیر کی طرح سوال کرے۔

تو بتحقیق ہم ان کو جھوٹ کے ساتھ متصف کرتے ہیں اور اسی وقت میں ہم سوال کرنے والے جاھل اور مانگنے والے فقیر کو کہتے ہیں کہ یہ دونوں سچے ہیں۔ پس تعریف جامع ومانع نہیں ہے۔

(وھم کا جواب) لیکن ہم کہتے ہیں کہ استفھام حقیقی فقط جھالت کی وجہ سے ہوتا ہے اور حقیقی طور پر مانگنا بھی کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس یہ انشاءات دلالت التزامی کے زریعے جھالت اور حاجت کے بارے میں جو خبریں ہیں ان پر دلالت کررہے ہیں۔ تو وہ خبر جس پر دلالت التزامی کے زریعے دلالت کی جارہی ہے وہی سچ و جھوٹ کے ساتھ متصف ہورہی ہے خود ذات انشاء متصف نہیں ہورہی۔

پس تعریف انشاءات کو شامل نہیں ہے لیکن اس اشتباہ کو دور کرنے کیلیے ہم کلمہ لذاتہ کا اضافہ کرتے ہیں۔

قضیہ کی اقسام

قضیہ حملیہ اور شرطیہ

1: حملیہ:-

جیسے الحدید معدن (لوہا معدنیات میں سے ہے) الربا حرام (سود حرام ہے) البخیل لا یسود (بخیل فائدہ حاصل نہیں کرتا یا سردار نہیں ہوتا)

ہم ان میں سے ہر ایک کیلیے دو طرفیں اور ان طرفوں کے درمیان نسبت پاتے ہیں۔ اور اس نسبت کا معنی دونوں طرفوں کا متحد ہونا، دوسرے کا پہلے کیلیے ثابت ہونا یا اتحاد و ثبوت کی نفی ہے۔

پس حملیہ کی تعریف اس طرح سے صحیح ہے کہ وہ قضیہ جس میں ایک چیز کے دوسرے کیلیے ثابت ہونے یا اس سے نفی کرنے کا حکم لگایا جائے۔

2: شرطیہ:-

جیسے اذا اشرقت الشمس فالنهار موجود (جب سورج روشن ہوتا ہے پس دن موجود ہوتا ہے)

اورلیس اذا کان الانسان نماما کان امینا (ضروری نہیں ہے کہ جب انسان چغل خور ہو تو امانتدار بھی ہو)

اللفظ اما مفرد و اما مرکب (لفظ مفرد ہوتا ہے یا مرکب)

لیس الانسان اما ان یکون کاتبا و اما شاعرا (ضروری نہیں ہے کہ انسان کاتب ہو یا شاعر ہو)

ان قضیوں کو لحاظ کرتے وقت ہم ان میں سے ہر ایک کیلیے دو طرفیں پاتے ہیں وہ طرفیں خود اصل میں دو قضیے ہیں۔ پس پہلی مثال میں اذا اور فاء جزائیہ نہ ہو تو ہمارا کہنا: اشرقت الشمس خود ایک قضیہ حملیہ ہے اور النهار موجود بھی اسی طرح ایک قضیہ ہے۔ لیکن متکلم نے دونوں کو جمع کیا اور ایک قضیہ بنایا ہے۔

بہر حال جو حقیقت میں دو خبریں ہیں ان کے درمیان موجود نسبت حملیہ کی طرح اتحاد و ثبوت کی نسبت نہیں ہے۔کیوں کہ قضیوں کے درمیان کوئی اتحاد نہیں ہوتا بلکہ یہ اتصال (ایک کے دوسرے کے ساتھ متصل ہونے)، تصاحب (ایک دوسرے کے ساتھ ہونے) اور تعلیق کی نسبت ہے۔یعنی دوسرے کے پہلے پر معلق ہونے کی نسبت ہے یا ان سب (اتصال و تصاحب و تعلیق)کی نفی ہے.

جیسے پہلی دو مثالیں ہیں۔

اتصال و غیرہ کی نسبت ہونے کی مثال جیسے

اذا اشرقت الشمس فالنهار موجود(جب سورج روشن ہوتا ہے پس دن موجود ہوتا ہے)

اتصال و غیرہ کی نفی کی مثال جیسے

ليس اذا كان الانسان نماما كان امينا(ضروری نہیں ہے کہ جب انسان چغل خور ہو تو امانتدار بھی ہو)

یا عناد (دشمنی)، انفصال (جدا ہونا) و تباین (کسی ایک کے دوسرے کے ساتھ کبھی بھی متصل نہ ہونے) کی نسبت ہوگی یا ان کی نفی ہوگی جیسے آخری دو مثالیں ہیں۔

انفصال و غیرہ کے ہونے کی مثال جیسے

اللفظ اما مفرد واما مركب(لفظ مفرد ہوتا ہے یا مرکب)

انفصال وغیرہ کی نفی کی مثال جیسے

لیس الانسان اما ان یکون کاتبا واما شاعرا (ضروری نہیں ہے کہ انسان کاتب ہو یا شاعر ہو)

جو کچھ گزرا ہے اس سے ہم مستطیع ہوئے ہیں کہ چند امور کو نتیجہ کے طور پر لیں۔

پہلا: قضیہ شرطیہ کی تعریف اس طرح سے ہے کہ وہ قضیہ جس میں دو قضیوں کے درمیان نسبت کے وجود یا عدم وجود کا حکم لگایا جائے۔

شرطیہ: متصلہ و منفصلہ

دوسرا: شرطیہ متصلہ اور منفصلہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔ کیوں کہ نسبت

1: اگر قضیوں کے درمیان اتصال یا ایک دوسرے پر معلق ہونے یا ان کی نفی کی ہو جیسے پہلی دو مثالوں میں ہے تو اس کو متصلہ کا نام دیا جائے گا۔

2: اور اگر قضیوں کے درمیان انفصال یا دونوں کے درمیان عناد یا ان کی نفی کی نسبت ہو جیسے آخری دو مثالوں میں ہے تو اس کو منفصلہ کا نام دیا جائے گا۔

موجبہ وسالبہ

قضیہ اپنی تمام اقسام کے ساتھ خواہ وہ حملیہ ہو یا شرطیہ اور متصلہ ہو یا منفصلہ موجبہ و سالبہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

کیوں کہ قضیہ میں حکم اگر اتصال، انفصال یا حمل کی نسبت کا ہو تو وہ موجبہ ہو گا۔

اور اگر اتصال، انفصال یا حمل کے سلب (یعنی نفی) کا ہو تو سالبہ ہو گا۔

اور اسی بناء پر سالبہ کا حق نہیں ہے کہ اس کو حملیہ، متصلہ یا منفصلہ کا نام دیا جائے کیوں کہ سالبہ میں حمل، اتصال و انفصال کا سلب ہوتا ہے۔ لیکن اس کو موجبہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے سالبہ کا نام دیا گیا ہے۔

ایجاب و سلب کو کیف قضیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ کیف استفھامیہ کے ذریعے ثبوت یا عدم ثبوت کا سوال کیا جاتا ہے۔

اجزاء قضیہ

ہم نے کہا بیشک ہر قضیہ کیلیے دو طرفیں اور ایک نسبت ہے اس بناء پر ہر قضیہ میں تین اجزاء ہوتے ہیں۔

حملیہ میں۔

پہلی طرف: جس پر حکم لگایا جاتا ہے اور موضوع کا نام دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف: جس کے ذریعے حکم لگایا جاتا ہے اور محمول کا نام دیا جاتا ہے۔

نسبت: جو چیز نسبت پر دلالت کرتی ہے اس کو رابط کا نام دیا جاتا ہے۔

شرطیہ میں۔

پہلی طرف کو مقدم کا نام دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف کو تالی کا نام دیا جاتا ہے۔

جو نسبت پر دلالت کرتی ہے اس کو رابط کا نام دیا جاتا ہے۔

منفصلہ کی اطراف کا حق نہیں ہے ان کو مقدم و تالی کا نام دیا جائے کیوں کہ وہ متصلہ کی طرح طبیعی طور پر الگ نہیں ہوتے۔ پس آپ کیلیے جائز ہے جسے چاہیں مقدم بنائیں اور جسے چاہیں تالی بنائیں اس میں معنی نہیں بدلے گا۔ لیکن ان کو یہ نام متصلہ پر عطف کرتے ہوئے اس کی اتباع میں دیا ہے۔ جیسے سالبہ کو موجبہ حملیہ، متصلہ اور منفصلہ کے مقابلہ میں نام دیا جاتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی اقسام

حملیہ: شخصیہ، طبیعیہ، مہملہ اور محصورہ

محصورہ: کلیہ، جزئیہ

قضیہ حملیہ موضوع کے اعتبار سے مذکورہ چار اقسام کی طرف تقسیم ہوتا ہے کیونکہ موضوع یا جزئی حقیقی ہوگا یا کلی۔

أ: اگر موضوع جزئی ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ کا نام دیا جاتا ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہؐ (محمد صلی اللہؐ علیہ وآلہ وسلم اللہؐ کے رسول ہیں) انت عالم (آپ عالم ہیں) ھو لیس بشاعر (وہ شاعر نہیں ہے)

ب: اگر موضوع کلی ہو تو اس میں تین حالات ہیں۔

1: قضیہ میں حکم کلی کے افراد سے قطع نظر

خود موضوع کلی پر کلی ہونے کے لحاظ سے لگایا جائے گا۔ اس طرح سے کہ حکم کو افراد کی طرف پلٹانے کا فرض صحیح نہ ہو۔ پس اس قضیہ کو طبیعیہ کا نام دیا جاتا ہے جیسے الانسان نوع (انسان نوع ہے) الناطق فضل (ناطق فصل ہے) الحیوان جنس (حیوان جنس ہے) الضاحک خاصۃ (ضاحک خاصہ ہے)

پس بیشک آپ دیکھتے ہیں کہ حکم کو ان مثالوں میں موضوع کے افراد کی طرف پلٹانا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ فرد جنس، نوع ، فصل یا خاصہ نہیں ہے۔

2: قضیہ میں حکم موضوعِ کلی پر افراد کو لحاظ کرنے کے ساتھ ہو۔ اس طرح سے کہ حکم حقیقت میں افراد کی طرف پلٹ رہا ہو اور کلی کو افراد کیلیے عنوان اور آئینہ بنایا گیا ہو۔ مگر اس میں افراد کی تعداد کو بیان نہ کیا گیا ہو نہ تمام ہونے کی صورت میں اور نہ ہی بعض ہونے کی صورت میں۔ پس اس قضیہ کو مھملہ کا نام دیا جاتا ہے کیوں کہ موضوع کے افراد کی تعداد کے بیان کو مھمل رکھا جاتا ہے جیسے الانسان فی خسر (انسان خسارہ میں ہے) المومن لا یکذب (مومن جھوٹ نہیں بولتا)

3: قضیہ میں حکم افراد کو لحاظ کرنے کے ساتھ خود موضوعِ کلی پر ہو سابقہ قسم کی طرح۔ لیکن اس قضیہ میں افراد کی تعداد کو بیان کیا گیا ہوتا ہے۔ اس قضیہ کو محصورہ یا مسورہ کا نام دیا جاتا ہے۔

افراد کی تعداد کے لحاظ سے یہ قضیہ تقسیم ہوتا ہے۔

1: کلیہ کی طرف: جب حکم تمام افراد کیلیے ہو جیسے کل امام معصوم (ہر امام معصوم ہوتا ہے) کل ماء طاهر (ہر پانی پاک ہوتا ہے)

2: اور جزئیہ کی طرف: جب حکم بعض افراد کیلیے ہو جیسے بعض الناس يكذبون (کچھ لوگ جھوٹ بولتے ہیں)

وما اكثر الناس ولو حرصت بمومنين (آپ جتنی بھی اہمیت دیں اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے)

رب أكلة تمنع أكلات (کچھ ایسے کھانے ہوتے ہیں جو بہت سے کھانوں سے روک دیتے ہیں)

حکم صرف محصورات کیلیے ہے۔

منطقیوں کے نزدیک معتبر قضیے صرف محصورہ ہیں اس کے علاوہ نہیں ہیں۔

بہر حال شخصیہ اس لیے نہیں ہے کیوں کہ منطق کے مسائل قوانین عام ہوتے ہیں تو ان قوانین عامہ کیلیے قضایا شخصیہ میں صلاحیت نہیں ہے کیونکہ ان میں عموم ہی نہیں ہوتا۔

بہر حال طبیعیہ اس لیے نہیں ہیں کیوں کہ یہ شخصیہ کے حکم میں ہوتے ہیں کیوں کہ اس میں جو حکم ہوتا ہے وہ کسی قاعدہ عامہ کو قانون بنانا نہیں ہوتا۔ اس میں حکم فقط مفہوم کیلیے ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس کا افراد سے کوئی تعلق ہو۔

بہر حال مھملہ اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ وہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں حکم جب حقیقت میں تمام کیلیے ہوگا تو بعض کیلیے تو یقینی طور پر ہوگا بہر حال باقی بعض سے خاموشی ہوگی اور جب حکم ہوگا ہی بعض کیلیے تو بعض پر ہی لگے گا۔

جب قضایا معتبرہ ہیں ہی فقط محصورہ تو برابر ہے کلیہ ہوں یا جزئیہ، پس جب کم قضیہ (کلی یا جزئی ہونے) کو کیف قضیہ (موجبہ وسالبہ) کے ساتھ رعایت کیا جائے گا تو قضایا معتبرہ چار قسمیوں تک پہنچ جائیں گے۔

موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ

شرطیہ کی تقسیم

قضیہ شرطیہ احوال وازمان کے اعتبار سے (شخصیہ، مھملہ اور محصورہ کی طرف) تقسیم ہوتا ہے۔

1: شخصیہ

یہ وہ قضیہ شرطیہ ہوتا ہے جس میں اتصال وتنافی یا ان دونوں کی نفی کا حکم زمان معین شخصی یا حال معین شخصی میں ہو۔

جیسے کہ ہمارا قول(اذا جاء علیّ غاضبا فلا اسلّم علیه)ہے۔

ترجمہ: جب علی غصہ کی حالت میں آئے گا تو میں اس پر سلام نہیں کروں گا۔

2: مھملہ:

وہ قضیہ ہوتا ہے جس میں اتصال و تنافی یا ان کی نفی کا حکم احوال و ازمان کے خاص یا عام ہونے کو دیکھے بغیر کسی حال یا زمانہ میں لگایا جاتا ہے۔

جیسے ہمارا قول(اذا بلغ الماء کرّا فلا ینفعل بملاقات النجاسة)ہے۔

ترجمہ: پانی جب کبھی کر تک پہنچے گا تو نجاست کی ملاقات سے نجس نہیں ہوگا۔

3: محصورہ:

یہ وہ قضیہ ہوتا ہے جس میں حکم کے احوال اور اوقات کو کلی یا جزئی ہونے کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔

أ: وہ قضیہ جس میں حکم کو ثابت کرنا یا نفی کرنا تمام احوال و اوقات کو شامل ہو۔

جیسے ہمارا قول(کلما کانت الامة حریصة علی الفضیلة کانت سالکة سبیل السعادة)ہے۔

ترجمہ: جب کبھی امت فضیلت کو اہمیت دے گی تو وہ خوشبختی کے راستہ پر چل پڑے گی۔

ب: وہ قضیہ جس میں حکم کو ثابت کرنا یا نفی کرنا احوال و ازمان میں سے بعض غیر معین کے ساتھ مختص ہو۔

جیسے ہمارا قول(قد یکون اذا کان الانسان عالما کان سعیدا) ہے۔

ترجمہ: کبھی کبھار انسان عالم ہوتا ہے تو خوشبخت ہوتا ہے۔

مختصر بیان کرنے کی خاطر ہم نے متصلہ کی مثالوں پر اکتفاء کیا ہے۔

حملیہ کی تقسیمات

اس فصل میں ہم حملیہ کے ساتھ مختص تقسیمات کے بارے میں بحث کریں گے۔

اور یہ اس کو پہلی مرتبہ موجبہ میں اس کے موضوع کے موجود ہونے کے اعتبار سے تقسیم کرنا ہے۔

اور دوسری مرتبہ اس کے موضوع اور محمول کے محصل یا معدول ہونے کے اعتبار سے تقسیم کرنا ہے

اور تیسری مرتبہ اس کو جہت کی نسبت کے اعتبار سے تقسیم کرنا ہے۔

ذھنیہ، خارجیہ اور حقیقیہ

بیشک حملیہ موجبہ ایک چیز کے دوسری چیز کیلیے ثابت ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور کوئی شک نہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کیلیے ثابت ہونا مثبت لہ (جس کیلیے ثابت کی جارہی ہے اس) کو ثابت کرنے کی فرع ہوتا ہے۔(یعنی پہلے مثبت لہ کو ثابت کیا جائے گا پھر اس کیلیے کوئی چیز ثابت کی جائے گی) یعنی حملیہ موجبہ کے موضوع کیلیے محمول کو ثابت کرنے سے پہلے اس (موضوع) کے وجود کر فرض کرنا ضروری ہے۔

کیوں کہ اگر موضوع موجود نہیں ہوگا تو اس کیلیے کسی چیز کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہوگا جیسے کہ ضرب المثل میں کہا جاتا ہے (العرش ثم النقش) پہلے تختی ہوگی پھر نقش کیا جائے گا۔

پس ممکن نہیں ہے کہ مثال (سعید قائم) میں سعید موجود ہی نہ ہو اور اس کیلیے قیام کو ثابت کیا جائے۔

سالبہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اپنے موضوع کے موجود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ معدوم (جو چیز نہیں ہے وہ) قبول کرتی ہے کہ ہر چیز کو اس سے سلب (یعنی نفی) کیا جائے۔ اسی وجہ سے منطقی کہتے ہیں سالبہ بانتفاء موضوع (موضوع کے منتفی ہونے کے باوجود سالبہ) صادق ہوتا ہے.

پس(اب عیسی بن مریم لم یأکل ، لم یشرب ، لم ینم و لم یتکلم وغیرہ) جیسی مثالیں سچی ہیں کیوں کہ وہ موجود ہی نہیں ہیں اس وجہ سے یقینی طور پر ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی ان کیلیے ثابت نہیں ہے۔

پس اس قسم کے سالبہ کو (سالبہ بانتفاء موضوع) کہا جاتا ہے۔

اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ قضیہ موجبہ کے صادق ہونے کیلیے اس کے موضوع کے وجود کو فرض کرنا ضروری ہوتا ہے اگر فرض نہ کیا جائے تو قضیہ کاذب ہو گا۔

موجبہ کا موضوع

کبھی کبھار فقط ذھن میں ہوتا ہے اسے ذھنیہ کا نام دیا جاتا ہے جیسے (نقیضین کا ہر اجتماع مثلین کے اجتماع کے مختلف ہوتا ہے)،(یاقوت کے ہر پہاڑ کا وجود ممکن ہے)

پس بیشک نقیضین کے اجتماع کا مفہوم اور یاقوت کے پہاڑ کا مفہوم خارج میں موجود نہیں ہے لیکن ان دونوں کیلیے ذھن میں حکم ثابت ہے۔

2: اور کبھی کبھار اس کے موضوع کا وجود خارج میں اس طرح سے موجود ہوتا ہے کہ قضیہ میں فقط ان موجودہ افراد کا لحاظ کیا جاتا ہے جو تین زمانوں میں سے کسی ایک میں متحقق ہوں۔ جیسے (لشکر میں موجود ہر سپاہی اسلحہ اٹھانے پر تربیت یافتہ ہے)،(شہر میں کچھ گھر گرنے کے قریب تھے وہ گر گئے ہیں) اور (مدرسہ میں موجود ہر طالب علم محنتی ہے)

اس قضیہ کو خارجیہ کا نام دیا جاتا ہے۔

3: اور کبھی کبھار اس کے موضوع کا وجود خود امر وواقع (یعنی حقیقت) میں ہوتا ہے اس معنی میں کہ افراد کا وجود ثابت ہو یا فرض کیا گیا ہو دونوں پر اکٹھا حکم لگایا جائے پس ہر وہ جس کے وجود کو فرض کیا گیا ہو اگرچہ اصل میں وہ موجود ہی نہ ہو موضوع میں داخل ہو گا اور حکم اس کو شامل ہو گا۔

جیسے (ہر مثلث کے زاویوں کا مجموعہ دو قائموں کے برابر ہوتا ہے)،(بعض مثلث قائم الزاویہ ہوتی ہیں)،(ہر انسان اعلی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہے) اور (ہر پانی پاک ہے)

پس بیشک ان مثالوں میں آپ نے دیکھا کہ ہر وہ جسے موضوع کے افراد میں سے فرض کیا گیا (برابر ہے کہ وہ اس وقت موجود ہو یا معدوم لیکن اس کے وجود کو فرض کیا گیا ہو) وہ موضوع میں داخل ہے اور ان کے وجود کے وقت ان کیلیے اس موضوع کا حکم ہو گا اس قضیہ کو حقیقیہ کا نام دیا جاتا ہے۔

معدولہ اور محصلہ

قضیہ حملیہ کا موضوع اور محمول کبھی ایک شیئ محصَّل ہوتے ہیں یعنی کسی موجود چیز پر دلالت کرتے ہیں جیسے (انسان، محمد اور اسد) یا پائی جانے والے صفت پر دلالت کرتے ہیں جیسے (عالم، عادل، کریم اور یتعلم)

اور کبھی کبھار اس کا موضوع اور محمول شیئ معدول ہوتے ہیں یعنی ان پر حرف نفی اس طرح داخل ہوا ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع یا محمول کا جزء ہوتا ہے جیسے لا انسان، لاعالم، لاکریم اور غیر بصیر

اسی بناء پر قضیہ اپنے موضوع اور محمول کے محصل یا معدول ہونے کے اعتبار سے دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتا ہے: محصَّلہ اور معدولہ

محصلہ: جس کا موضوع اور محمول محصل ہوں برابر ہے کہ قضیہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو۔ جیسے الھواء نقی اور الھواء لیس نقیا

اس کو محصلۃ الطرفین (دونوں طرفوں سے محصل) کا نام دیا جاتا ہے۔

معدولہ:

جس کا موضوع یا محمول یا دونوں معدولہ ہوں برابر ہے کہ موجبہ ہوں یا سالبہ ہوں۔

دونوں اطراف یادونوں میں سے ایک طرف پر عدول کے داخل ہونے کے اعتبار سے اس کو معدولۃ الموضوع یا معدولۃ المحمول یامعدولۃ الطرفین کانام دیاجاتاہے۔

ایک طرف کے معدولہ کیلیے دوسری طرف کامحصلہ کہاجاتاہے(دونوں طرفوں سے مراد)موضوع اور محمول ہیں۔

معدولۃ الطرفین کی مثال:

كل لا عالم هو غير صائب الرأى

ترجمہ: ہرلاعالم صحیح رائے والے کاغیر ہوتاہے۔

كل غير مجد ليس هو بغير مخفق فى الحياه

ترجمہ: ہر غیر سنجیدہ زندگی میں غیر کامیاب نہیں ہوتا۔

معدولۃ المحمول یامحصلۃ الموضوع کی مثال:

الهواء هو غير فاسد

ترجمہ: فضاغیر فاسد ہے۔

الهواء ليس هو غير فاسد

ترجمہ: فضاغیر فاسد نہیں ہے۔

معدولۃ الموضوع یا محصلۃ المحمول کی مثال

جیسے غیر العالم مستھان

غیر عالم کو خفیف سمجھا جاتا ہے۔

غیر العالم لیس بسعید

غیر عالم سعادت مند نہیں ہوتا۔

تنبیہ

معدولۃ المحمول سالبہ محصلۃ المحمول سے جدا ہوتا ہے۔

1: معنی میں:

پس بیشک سالبہ سے مقصود حمل کو سلب کرنا ہوتا ہے اور معدولۃ المحمول سے مراد سلب کو حمل کرنا ہوتا ہے یعنی معدولہ میں سلب محمول کا جزء ہوتا ہے پس جس کو سلب کیا گیا ہے اس کو سلب ہونے کی حالت میں موضوع پر حمل کیا جاتا ہے۔

2: لفظ میں:

پس بیشک سالبہ میں رابط کو حرف سلب کے بعد قرار دیا جاتا ہے تاکہ حمل کے سلب پر دلالت کرے۔ اور معدولہ میں حرف سلب سے پہلے رابط کو قرار دیا جاتا ہے تاکہ سلب کے حمل پر دلالت کرے۔

اور زیادہ تر سالبہ میں لیس کو استعمال کیا جاتا ہے اور لا یا غیر کو معدولہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

3: موجهات

مادہ قضیہ:

ہر محمول کو جب اس کے موضوع کی طرف نسبت دی جائے تو اس میں جو نسبت ہے وہ حقیقت اور خودِ امر میں تقسیم عقلی کے ذریعے تین حالات میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو گی۔

1: وجوب

اس کا معنی: محمول کا ذات موضوع کیلیے ثابت ہونے یا لازم ہونے کا ضروری ہونا ہے اس طرح سے کے ذات موضوع سے اس محمول کو سلب کرنا ممتنع ہو۔ جیسے اربع کی نسبت جفت ہونا ہے۔ پس بیشک اربع ذاتی طور پر ایسا ہے کہ اس کو متصف کیا جائے کہ وہ جفت ہے۔ اور ہمارے ذات الموضوع کہنے کے ذریعے وہ محمول خارج ہو گیا جو ایسے امر کی وجہ سے لازم ہو جو (امر) ذات موضوع سے خارج ہے مثلا حرکت کا چاند کیلیے ثابت ہونا پس بیشک حرکت چاند کیلیے لازم ہے لیکن اس کا لازم ہونا ذات موضوع کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آسمان کی بناوٹ اور چاند کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے۔

2: امتناع:

اس کا معنی یہ ہے کہ ذات موضوع کیلیے محمول کا ثابت ہونا محال ہو پس اس (محمول) کو موضوع سے سلب کرنا ضروری ہو۔ جیسے نقیضین کی نسبت اجتماع (ممتنع) ہے بیشک دو نقیضوں کی ذات ایسی ہوتی ہے کہ ان کا اجتماع ممکن نہیں ہو تا۔

ہمارے ذات الموضوع کہنے کے ذریعے وہ محمول خارج ہو گیا جس کا امتناع ایسے امر کی وجہ سے ہو جو ذات موضوع سے خارج ہو جیسے غور و فکر کو سوئے ہوئے شخص سے سلب کرنا پس بیشک غور و فکر کرنا سوئے ہوئے شخص سے ممتنع ہے لیکن یہ اس (موضوع) کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے ہے کیوں کہ سویا ہوا شخص (غور و فکر کی) صلاحیت کو فاقد ہے۔

تنبیہ:

جو گزرا اس سے سمجھ میں آیا کہ وجوب و امتناع حکم کے ضروری ہونے میں مشترک ہیں اور اس بات میں جدا ہیں کہ وجوب ایجاب کا ضروری ہونا ہے اور امتناع سلب کا ضروری ہونا ہے

3: امکان

اس کا معنی یہ ہے کہ ذات موضوع کیلیے محمول کا ثابت ہونا بھی ضروری نہ ہو اور ممتنع ہونا بھی ضروری نہ ہو۔ پس ایجاب و سلب اکٹھے ممکن ہوں گے یعنی دونوں ضرورتیں ضرورت سلب اور ضرورت ایجاب اکٹھی سلب ہوں گی پس امکان معنی عدمی ہے جو دونوں ضرورتوں کے مقابل میں ہے اور یہ تقابل ملکہ و عدم ملکہ والا ہے اس وجہ سے امکان کے بارے میں منطقیوں کے اس قول کے ذریعے تعبیر لائی جاتی ہے امکان سے مراد دونوں طرفوں سے اکٹھا ضرورت کو سلب کرنا ہے (طرفین سے مراد) یعنی قضیہ کی طرف سلب اور طرف ایجاب ہیں۔

اس کو امکان خاص یا امکان حقیقی کہا جاتا ہے اور یہ امکان عام کے مقابل میں ہے جو اس سے اعم ہے۔

امکان عام:

اس سے مقصود وہ امکان ہے جو دو ضرورتوں (یعنی) ضرورت ایجاب اور ضرورت سلب میں سے ایک کے مقابلہ میں ہو اس کا معنی بھی ضرورت کو سلب کرنا ہے لیکن ایک ضرورت کو سلب کرنا ہے دو ضرورتوں کو اکٹھا سلب کرنا نہیں ہے پس جب سلب ضرورت ایجاب کا سلب ہو گا تو اس کا معنی ہے کہ سلب کی طرف ممکن ہے اور جب سلب کی ضرورت کا سلب ہو گا تو اس کا معنی ہے کہ ایجاب کی طرف ممکن ہے۔

پس جب کہا جائے کہ یہ چیز ممکن الوجود ہے یعنی ممتنع نہیں ہے پس آپ کہیں سلب کی ضرورت (یعنی امتناع) مسلوب ہے اور جب کہا جائے کہ یہ چیز ممکن العدم ہے یعنی واجب نہیں ہے یا آپ کہیں ایجاب کی ضرورت (یعنی وجوب) مسلوب ہے

۔

اسی وجہ سے فلاسفہ امکان عام کے بارے میں اپنے اس قول (طرف مقابل سے ضرورت کو سلب کرنا) سے تعبیر لاتے ہیں ۔یعنی طرف موافق سے خاموشی کے ساتھ۔ پس کبھی کبھار طرف موافق کی ضرورت بھی سلب ہوتی ہے اور کبھی کبھار سلب نہیں ہوتی۔ اس امکان کا استعمال لوگوں کے درمیان عام اور ان کی تعبیرات میں رائج ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے ہم نے کہا کہ یہ امکان خاص سے اعم ہے۔ کیوں کہ جب یہ ایجاب کیلیے امکان ہو گا تو وجوب و امکان خاص کو شامل ہو گا اور جب سلب کیلیے امکان ہو گا تو امتناع اور امکان خاص کو شامل ہو گا۔

ایجاب کے امکان کی مثالیں ان کے اقوال(اللہ ممکن الوجود)اور(الانسان ممکن الوجود)ہیں۔پس بیشک ان دونوں مثالوں میں اس (امکان عام) کا معنی ہے کہ وجود ممتنع نہیں ہے یعنی طرف مقابل جو کہ عدم ہے وہ ضروری نہیں ہے اور اگر عدم ضروری ہوتا تو وجود ممتنع ہوتا ممکن نہ ہوتا بہر حال طرف موافق جو کہ وجود کا ثابت ہونا ہے وہ معلوم نہیں ہے تو احتمال ہے کہ واجب ہو جیسے کہ پہلی مثال میں ہے اور احتمال ہے کہ واجب نہ ہو جیسے کہ دوسری مثال میں ہے۔ اس طرح سے کہ وہ ممکن العدم بھی ہے یعنی اس کا وجود ضروری نہیں ہے جیسے کہ اس کا عدم بھی ضروری نہیں ہے تو وہ امکان خاص کے ذریعے ممکن ہے پس یہاں امکان عام وجوب اور امکان خاص کو شامل ہے۔

سلب کے امکان کی مثالیں ان کے اقوال(شریک الباری ممکن العدم)اور(الانسان ممکن العدم)ہیں پس بیشک امکان عام کا معنی دونوں مثالوں میں ہے کہ وجود واجب نہیں ہے یعنی طرف مقابل جو کہ وجود ہے وہ ضروری نہیں ہے اور اگر وجود ضروری ہوتا تو وہ واجب ہوتا ہے اور اس کا عدم ممتنع ہوتا ممکن نہ ہوتا بہر حال طرف موافق جو کہ عدم ہے وہ معلوم نہیں ہے۔ تو احتمال ہے عدم ضروری ہو جیسے کہ پہلی مثال میں ہے وہ ممتنع ہے اور احتمال ہے کہ ضروری نہ ہو جیسے کہ دوسری مثال میں ہے اس طرح سے کہ وہ ممکن الوجود بھی ہے اور وہ امکان خاص کے زریعے ممکن ہے۔ پس یہاں امکان عام امتناع اور امکان خاص کو شامل ہے۔

اور اس بناء پر امکان عام ایسا معنی ہے جو نسبت کے تینوں حالات میں سے ہر ایک پر منطبق آنے کی صلاحیت رکھتا ہے (تینوں حالات یعنی) وجوب ، امتناع اور امکان خاص ہیں ۔ امکان عام ایسا معنی نہیں ہے جو ان کے مقابل میں ہو بلکہ ایجاب میں وہ وجوب و امکان خاص پر صادق آتا ہے اور سلب میں امتناع اور امکان خاص پر صادق آتا ہے ۔ یہ نسبت کے تین حالات ہیں جن میں سے ایک سے قضیہ کی حقیقت خالی نہیں ہوتی (یعنی کم از کم ان میں سے ایک ضرور ہوتی ہے) ان کو مواد قضیہ کا نام دیا جاتا ہے ۔ اور عقود کے عناصر ، کیفیات کے اصولوں کا نام بھی دیا جاتا ہے ۔ امکان عام ان سے خارج ہے اس کو جہات میں سے شمار کیا جاتا ہے

قضیہ کی جہت

مادہ قضیہ کا معنی گزرا ہے جو تین حالات (وجوب ، امتناع و امکان) سے خالی نہیں ہوتا ۔ منطقیوں کیلیے ایک اور اصطلاح ہے وہی بحث سے مقصود ہے وہ ان کا قول (قضیہ کی جہت) ہے اور جہت مادہ کے علاوہ ہے ۔

جہت قضیہ سے مقصود : قضیہ کی عبارت جو نسبت عطا کرتی ہے اس نس ت کی کیفیت سے جو متصور ہو اور سمجھا جائے ۔

(مادہ اور جہت میں سے) ہر ایک نسبت کی کیفیت ہونے میں ایک ہیں اس کے باوجود ان میں فرق یہ ہے کہ مادہ وہ کیفیت ہوتی ہے جو خودِ امر میں حقیقی طور پر ہو جو کہ وجوب ، امتناع اور امکان ہیں ۔ اور ضروری نہیں ہے کہ مادہ قضیہ کی طرف نظر کے متوجہ ہونے کے مقام میں متصور ہو اور سمجھ میں آئے پس کبھی (مادہ) قضیہ میں بیان کیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے اور کبھی کبھار نہ بیان کیا جاتا ہے نہ سمجھا جاتا ہے ۔

بہر حال جہت وہی ہوتی ہے جو قضیہ کی طرف نظر کے متوجہ ہونے کے وقت نسبتِ قضیہ کی کیفیت سے متصور ہو اور سمجھ میں آئے پس جب نسبت کی کیفیت سے کچھ نہ متصور ہو اور نہ سمجھ میں آئے تو جہت مفقود ہو گی۔ یعنی اس وقت قضیہ کی کوئی جہت نہیں ہو گی۔

اور ضروری نہیں ہے کہ یہ (یعنی جہت) مادہ واقعی کے مطابق ہو کبھی مطابق ہوتی ہے اور کبھی مطابق نہیں ہوتی۔

پس جب آپ کہتے ہیں کہ (انسان ضروری طور پر حیوان ہے) تو مادہ واقعی ضروری ہونا ہے اور جہت بھی ضروری ہونا ہے تو اس مثال میں جہت مادہ کے مطابق ہے دوسرے الفاظ میں مادہ اس قضیہ میں بذات خود بیان گیا اور سمجھا گیا ہے۔

بہر حال جب آپ اسی مثال میں (انسان ممکن ہے کہ حیوان ہو) کہیں تو مادہ اس قضیہ میں ضروری ہونا ہی ہے کیونکہ تعبیرات اور ادراکات کے بدلنے سے واقع تبدیل نہیں ہوتا۔ لیکن جہت یہاں امکان عام ہے کیوں کہ یہی (امکان عام کی نسبت) ہی قضیہ سے متصور ہوئی اور سمجھی گئی ہے اور مادہ کے مطابق نہیں ہے کیوں کہ ایجاب کی طرف میں یہ نسبت وجوب اور امکان خاص دونوں کو شامل ہے جیسے کے (موجہات کی بحث میں) گزرا ہے۔ پس ممکن ہے کہ مادہ واقعی ضروری ہو جیسے کہ اس مثال میں ہے اور ممکن ہے کہ مادہ واقعی امکان خاص ہو جیسے کہ اگر قضیہ (ممکن ہے کہ انسان کاتب ہو) کی طرح ہوتا۔

اسی طرح اگر آپ کہیں کہ (انسان ہمیشہ حیوان ہوتا ہے) تو مادہ وہی ضروری ہونا ہے جب کہ جہت دوام ہے جو کہ وجوب اور امکان خاص دونوں کے ساتھ صادق آتی ہے کیونکہ جو ممکن امکان خاص رکھتا ہے کبھی کبھار اس کا ثبوت دائمی ہوتا ہے جیسے کہ چاند کی حرکت یا آنکھ کا زرد ہونا پس جہت یہاں مادہ کے مطابق نہیں ہے۔

پھر بیشک جس قضیہ میں نسبت کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہو اس کو موجَّھہ کہا جاتا ہے (اسم مفعول کے صیغہ کی صورت میں)

اور جب نسبت کی کیفیت کو مھمل رکھا گیا ہو تو اس کو غیر موجَّھہ یا مطلقہ کہا جاتا ہے۔

جن باتوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے یہ ہے کہ جب ہم نے کہا ہے کہ جھت کا مادہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں کہ جھت مادہ کی نقیض ہو سکتی ہے بلکہ ضروری ہے کہ نقیض نہ ہو۔ پس اگر جھت مادہ کی اس طرح سے نقیض ہو کہ اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکتی ہو جیسے کہ اگر مادہ امتناع ہو اور جھت دائم الثبوت اور امکان کی ہو تو قضیہ جھوٹا ہو گا

پس اس بیان سے سمجھ آ گیا کہ قضیہ موجھہ کے سچے ہونے کی شروط میں سے ہے کہ اس کی جھت مادہ واقعیہ کی نقیض نہ ہو

قضیہ شرطیہ کی مزید تقسیمات

متصلہ و منفصلہ کی اقسام کی طرف ان کی تقسیم باقی ہے۔

لزومیہ و اتفاقیہ

متصلہ مقدم و تالی کے درمیان طبیعتِ اتصال کے اعتبار سے لزومیہ و اتفاقیہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

1: لزومیہ:

وہ قضیہ متصلہ جس کی دونوں طرفوں کے درمیان اتصال حقیقی ایسے تعلق کی وجہ سے ہو جو تعلق ایک طرف کے دوسروں کو مستلزم ہونے کا سبب بنے۔ اس طرح سے کہ ان میں سے ایک دوسرے کیلیے علت ہو یا دونوں ایک علت کے معلول ہوں۔

جیسے کہ (جب پانی گرم ہوتا ہے تو وہ پھیلتا ہے) مقدم تالی کیلیے علت ہے۔ اور جیسے (جب پانی پھیلتا ہے تو بیشک وہ گرم ہوتا ہے) پہلی مثال کے برعکس یہاں تالی مقدم کیلیے علت ہے۔

اور جیسے (پانی جب ابلتا ہے تو پھیلتا ہے) اس میں دونوں طرفیں ایک علت کی معلول ہیں کیونکہ ابلنا اور پھیلنا پانی کے معینہ درجہ پر گرم ہونے کے معلول ہیں۔

2: اتفاقیہ

وہ قضیہ متصلہ جس کی دونوں طرفوں کے درمیان ملازمہ کا سبب بننے والے تعلق کے نہ ہونے کی وجہ سے اتصال حقیقی نہ ہو۔ لیکن مقدم کے حاصل ہونے کے وقت اتفاقاً تالی حاصل ہو جائے۔ جیسے کہ اگر اتفاق ہو کہ طالب علم محمد مدرس کے درس شروع کرنے کے بعد ہی درس میں حاضر ہوتا ہو۔

یہ قضیہ شرطیہ بنے گا (جب کبھی محمد آتا ہے تو مدرس درس کو پہلے شروع کر چکا ہوتا ہے) پس یہاں محمد کے آنے اور درس کے پہلے شروع ہونے کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف اس اتفاق کے تکرار کی وجہ سے ہے۔

اور جو علم و معرفت کے نور سے منور نہیں ہوتا وہ اکثر غلطی میں واقع ہوتا ہے تو وہ بہت سے قضایا اتفاقیہ کو صرف اتفاق کے تکرار کی وجہ سے قضایا لزومیہ سمجھتا ہے۔

منفصلہ کی اقسام

منفصلہ کی دو تقسیمیں ہیں۔

عنادیہ واتفاقیہ

یہ تقسیم دونوں طرفوں کے درمیان

طبیعتِ تنافی کے اعتبار سے ہے۔

عنادیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کی دونوں طرفوں کے درمیان تنافی و عناد حقیقی ہو۔ اس طرح سے کہ دونوں میں سے ایک میں جو ذات نسبت ہو وہ دوسرے میں موجود ذات نسبت کے منافی و معاند ہو

جیسے (صحیح عدد جفت ہو گا یا طاق ہو گا)

اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کی اطراف کے درمیان تنافی حقیقی و ذاتی نہ ہو صرف و صرف یہ اتفاق ہوا ہو کہ دو طرفوں میں سے ایک طرف دوسرے کے بغیر متحقق ہوئی ہو ایسے امر کی وجہ سے جو دونوں کی ذات سے خارج ہو۔

جیسے (گھر میں بیٹھنے والا محمد ہے یا باقر ہے) جب یہ اتفاق ہو کہ ان دونوں کے غیر کا وہاں نہ ہونا معلوم ہو۔

اور جیسے (یہ کتاب یا علم منطق کے بارے میں ہے یا خالد کی ملکیت ہے) جب یہ اتفاق ہو کہ خالد علم منطق کی کسی کتاب کا مالک نہ ہو اور احتمال ہو کہ یہ معین کتاب اسی علم کے بارے میں ہے۔

ب:حقیقیہ ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو

یہ تقسیم دونوں طرفوں کے اکٹھے ہونے یا اٹھ جانے کے امکان اور عدم امکان کے اعتبار سے ہے۔

1:-حقیقیہ

وہ قضیہ منفصلہ جس کی دونوں طرفوں کے درمیان ایجاب کی صورت میں تنافی کا حکم صدق و کذب کے اعتبار سے ہو۔ اور دونوں طرفوں کے درمیان عدم تنافی کا حکم اسی طرح (صدق و کذب کے اعتبار سے) ہو۔

اس معنی میں کہ ایجاب میں دونوں کا اکٹھا ہونا اور دونوں کا اٹھ جانا ممکن نہ ہو۔ اور سلب میں دونوں اکٹھی بھی ہو سکتی ہوں اور آٹھ بھی سکتی ہوں۔

ایجاب کی مثال (صحیح عدد یا جفت ہو گا یا طاق ہو گا)

پس جفت و طاق نہ اکٹھے ہو سکتے ہیں اور نہ اٹھ سکتے ہیں۔

سلب کی مثال (ضروری نہیں ہے کہ حیوان یا ناطق ہو یا قابل تعلیم ہو) پس ناطق اور قابل تعلیم ہونا انسان میں اکٹھے ہوتے ہیں اور انسان کے غیر میں اٹھ جاتے ہیں۔

اور حقیقیہ کو منحصر کرنے والی تقسیم میں استعمال کیا جاتا ہے وہ تقسیم ثنائیہ ہو یا غیر ثنائیہ

حقیقیہ کا استعمال اس سے زیادہ ہے کہ اس کو شمار کیا جائے۔

2: مانعۃ الجمع

وہ قضیہ منفصلہ جس کی طرفوں کے درمیان تنافی و عدم تنافی کا حکم صدق کے اعتبار سے ہو کذب کے اعتبار سے نہ ہو۔ اس معنی میں کہ ایجاب میں دونوں کا اکٹھا ہونا تو ممکن نہ ہو لیکن دونوں کا اٹھ جانا ممکن ہو۔ اور سلب میں دونوں کا اکٹھا ہونا ممکن ہو لیکن اٹھ جانا ممکن نہ ہو۔

ایجاب کی مثال (جسم یا سفید ہو گا یا سیاہ ہو گا) پس سفید و سیاہ ایک جسم میں اکٹھے نہیں ہو سکتے لیکن دونوں کا سرخ جسم سے اٹھ جانا ممکن ہے۔

سلب کی مثال (ضروری نہیں ہے کہ جسم غیر سیاہ یا غیر سفید ہو) پس بیشک غیر سفید اور غیر سیاہ سرخ میں اکٹھے ہوتے ہیں لیکن ایک جسم میں سے اٹھ نہیں سکتے اس طرح سے کہ وہ جسم نہ غیر سیاہ ہو اور نہ غیر سفید ہو بلکہ سفید اور سیاہ ہو یہ محال ہے۔

مانعۃ الجمع کو اس شخص کے جواب میں استعمال کیا جاتا ہے جو دو چیزوں کے جمع ہونے کے امکان کا وھم کرتا ہے اس شخص کی طرح جو وھم کرتا ہے کہ ممکن ہے امام اللہ تعالی کا نافرمان ہو پس اس کیلیے کہا جائے گا (شخص یا تو امام ہو گا یا اللہ تعالی کا نافرمان ہو گا) اس معنی میں کہ امامت اور نافرمانی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور ممکن ہے کہ دونوں اٹھ جائیں اس طرح سے کہ ایک شخص نہ امام ہو اور نہ ہی نافرمان ہو۔ یہ موجبہ میں ہوتا ہے بہر حال سالبہ میں اس شخص کے جواب میں استعمال کیا جاتا ہے جو دو چیزوں کے اجتماع کے محال ہونے کا وھم کرتا ہے اس شخص کی طرح جو یہ وھم کرتا ہے کہ نبوت اور امامت ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتے۔ پس اس کیلیے کہا جائے گا (ضروری نہیں ہے کہ ایک گھر میں نبوت ہو یا امامت ہو) اس کا معنی ہے کہ ایک گھر میں نبوت و امامت کے جمع ہونے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

3: مانعۃ الخلو

وہ قضیہ منفصلہ جس کی دونوں طرفوں کے درمیان تنافی یا عدم تنافی کا حکم کذب کے اعتبار سے ہو صدق کے اعتبات سے نہ ہو۔ اس معنی میں کہ ایجاب میں دونوں کا اٹھنا ممکن نہ ہو اور جمع ہونا ممکن ہو اور سلب میں دونوں کا اٹھنا ممکن ہو جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ ایجاب کی مثال (جسم غیر سفید ہو گا یا غیر سیاہ ہو گا) یعنی دونوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہو گا اگرچہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں اور جیسے (جسم یا پانی میں ہو گا یا غرق نہیں ہو گا) پس بیشک ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے اس طرح سے کہ جسم پانی میں ہو اور غرق نہ ہو لیکن واقع دو میں سے ایک سے خالی نہیں ہو گا کیونکہ ممتنع ہے کہ پانی جسم میں نہ ہو اور غرق ہو جائے۔

سلب کی مثال (ضروری نہیں ہے کہ جسم سفید ہو یا سیاہ ہو) اس کا معنی یہ ہے کہ واقع ان میں سے ایک سے خالی ہو گا اگرچہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

مانعۃ الخلو موجبہ کو اس شخص کے جواب میں استعمال کیا جاتا ہے جو دونوں طرفوں سے واقع کے خالی ہونے کے امکان کا وھم کرتا ہو۔ اس شخص کی طرح جو وھم کرتا ہے کہ ایک چیز کا علت و معلول ہونے سے خالی ہونا ممکن ہے پس اس کیلیے کہا جائے گا (ہر چیز علت و معلول ہونے سے خالی نہیں ہوتی) اگرچہ ممکن ہے کہ ایک چیز ایک ساتھ علت و معلول ہو (یعنی) ایک چیز کیلیے علت اور دوسری چیز کیلیے معلول ہو۔ بہر حال مانعۃ الخلو سالبہ کو اس شخص کے جواب میں استعمال کیا جاتا ہے جو واقع کا دونوں طرفوں سے خالی نہ ہونے کا وھم کرتا ہو جیسے کہ وھم کیا جائے کہ انسان دو قسموں میں منحصر ہیں یا تو ایسا عاقل ہو گا جس کا دین نہیں یا ایسا دیندار ہو گا جس کیلیے عقل نہیں۔ اس کیلیے کہا جائے گا (ضروری نہیں ہے کہ انسان یا تو ایسا عاقل ہو جس کا دین نہیں یا ایسا دیندار ہو جس کیلیے عقل نہیں) بلکہ ممکن ہے کہ شخص واحد ایک ساتھ عاقل اور دیندار ہو۔

منحرفات

قضایا میں وھم پیدا کرنے والی چیزوں میں سے قضیہ کا اپنے استعمال طبیعی اور وضع منطقی سے منحرف ہونا ہے پس اس کا حال مشتبہ ہو جائے گا کہ وہ کونسی قسم میں سے ہے۔ اس طرح کے قضیہ کو منحرفہ کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ انحراف کبھی کبھار حملیہ میں ہوتا ہے جیسے کہ اگر سور (1) قضیہ محمول کے ساتھ ملیں ہوں جب کہ استعمال طبیعی ان کا موضوع کے ساتھ ملا ہونا ہے جیسے منطقیوں کا قول (الانسان بعض الحیوان) یا (الانسان لیس کل الحیوان) ہے دونوں میں استعمال کا حق یہ ہے کہ کہا جائے (بعض الحیوان انسان) اور (کل الحیوان لیس انسانا)

سور قضیہ: اس سے مراد ایسے ادوات ہیں جو قضیہ کے کلیہ یا جزئیہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں مثلا کل، بالجملۃ، عامہ، بعض اور فی الجملۃ وغیرہ

اور کبھی کبھار انحراف شرطیہ میں ہوتا ہے جیسے کہ اگر شرطیہ اتصال وعناد کے ادوات سے خالی ہو پس وہ حملیہ کی صورت اور شرطیہ کی قوت میں ہوگا جیسے (لا تكون الشمس طالعة أو يكون النهار موجودا) پس یہ متصلہ کی قوت میں ہوگا اور وہ ہمارا (كلماكانت الشمس طالعة كان النهار موجودا) کہنا ہے۔ یا منفصلہ کی قوت میں ہوگا اور وہ ہمارا (اما ان يكون الشمس طالعة و اما أن يكون النهار موجودا) کہنا ہے۔

دوسری فصل: قضیوں کے احکام اور ان کے درمیان موجود نسبتوں کے بارے میں ہے

تمہید:

بہت سے ایسے معانی ہوتے ہیں کے باحث کو اپنے مطلوب پر مستقیماً برھان قائم کرنے میں مشقت کا سامنا ہوتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھار بحث کرنے والے پر یہ (یعنی مطلوب پر مستقیما برھان قائم کرنا) ممتنع ہوتا ہے تو وہ دوسرے ایسے قضیہ پر برھان قائم کرنے سے مدد لیتا ہے جس کو مطلوبہ قضیہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے تاکہ وہ اس قضیہ کو مطلوبہ قضیہ کے ساتھ ملائے۔ پس کبھی کبھار جس قضیہ پر برھان قائم کی گئی ہے اس کے صدق کے علم سے مطلوبہ قضیہ کے کذب کا علم حاصل ہوتا ہے یا اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں قضیوں میں سے ایک کے صدق اور دوسرے کے کذب کے درمیان ملازمہ ہو۔ اور کبھی کبھار جس قضیہ پر برھان قائم کی گئی ہے اس کے صدق کے علم سے مطلوبہ قضیہ کے صدق کا علم حاصل ہوتا ہے یا پہلے کے کذب سے دوسرے کے کذب کا علم حاصل ہوتا ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب پہلے کا صدق دوسرے کے صدق یا پہلے کا کذب دوسرے کے کذب کو مستلزم ہو۔

تمام قضیوں کو جاننے کے بعد اور استدلال کی بحثوں میں شروع ہونے سے پہلے منطقی کیلیے ضروری ہے کہ قضیوں کے درمیان موجور نسبتوں کو پہچانے یہاں تک کہ وہ اپنے مطلوبہ قضیہ پر برھان قائم کرنے پر قادر ہوجائے کبھی دوسرے ایسے قضیہ پر برھان قائم کرنے کے ذریعے جس کو مطلوبہ قضیہ کے ساتھ نسبت ہے تاکہ اس کا ذھن جس قضیہ کے صدق یا کذب پر برھان قائم کی گئی ہے اس سے ایسے قضیہ کے صدق و کذب کی طرف منتقل ہوجائے جس کے بارے میں علم حاصل کرنے کی وہ کوشش کررہا ہے۔

وہ مباحث جن کے ذریعے قضایا کے درمیان موجود نسبتوں کو پہچانا جاتا ہے وہ تناقص، عکس مستوی، عکسِ نقیض اور ملحقات عکوس کی بحثیں ہیں۔ اور ان کو احکام قضایا کا نام دیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ ہم مذکورہ ترتیب پر ان مباحث میں شروع ہوں گے۔

تناقض

مثلاجب آپ قضیہ (الروح موجودة) کے صدق پر برھان قائم کرنے کا ارادہ کریں اس فرض کے ساتھ کہ آپ اس پر مستقیماً برھان قائم کرنے پر قادر نہیں ہیں پس کافی ہے کہ آپ اس کی نقیض کے کذب پر برھان قائم کریں وہ (الروح لیست موجودة) ہے۔ پس جب آپ کو اس نقیض کے کذب کا یقین ہو جائے تو ضروری ہے کہ آپ کو پہلے کے صدق کا یقین ہو جائے۔ کیونکہ دو نقیضیں ایک ساتھ کاذب نہیں ہوتیں۔ اور جب آپ نقیض کے صدق پر برھان قائم کریں تو ضروری ہے کہ آپ کو پہلے کے کذب کا یقین ہو جائے کیونکہ دو نقیضیں ایک ساتھ صادق بھی نہیں ہوتیں۔

اور بسا اوقات گمان کیا جاتا ہے کہ قضیہ کی نقیض کی پہچان ظاھری امر ہے جس طرح مفردات کی نقیضوں کی پہچان ہوتی ہے جیسے انسان اور لا انسان جن میں ایجاب و سلب کا اختلاف کافی ہوتا ہے۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ موجبہ و سالبہ ایک ساتھ دونوں صادق ہوں جیسے (بعض الحیوان انسان) اور (بعض الحیوان لیس بانسان) اور ممکن ہے کہ دونوں ایک ساتھ کاذب ہوں جیسے (کل حیوان انسان) اور (لا شيئ من الحیوان بانسان)

اس بناء پر بحث کرنے والا ہر قضیہ کی نقیض کو مشخص کرنے کیلیے علم منطق میں ذکر کیے گئے تناقض کے قواعد کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز نہیں ہے۔

تناقض کی تعریف:

قضایا کا تناقض(دو قضیوں میں موجود ایسا اختلاف جو ذاتی طور پر تقاضا کرے کہ دونوں میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہو)

تعریف میں لذاتہ کی قید لگانا ضروری ہے کیوں کہ بسا اوقات دو قضیوں کا اختلاف صدق و کذب میں ان کے مخالف ہونے کا تقاضا کرتا ہے لیکن وہ اختلاف کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور امر کی وجہ سے ہوتا ہے مثال کے طور پر (کل انسان حیوان)اور(لا شیئ من الانسان بحیوان)پس بیشک جب موضوع محمول سے اخص ہو تو دو کلیوں میں سے ایک صادق اور دوسری کاذب ہوتی ہے۔ بہر حال اگر موضوع محمول سے اعم ہو تو دونوں ایک ساتھ کاذب ہوتی ہیں جیسے(کل حیوان انسان)اور(لا شیئ من الحیوان بانسان)جیسے کہ گزرا ہے۔

صدق میں مخالف ہونے کا تقاضا کرنے والے اختلاف سے ہماری مراد وہ اختلاف ہے جو مخالف ہونے کا تقاضا کرے قضیے چاہے جس مادہ سے بھی ہوں اور موضوع و محمول میں جو نسبت بھی ہو جیسے موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔

تناقض کی شرائط

دو قضیوں کے درمیان تناقض کے ثابت ہونے کیلیے آٹھ چیزوں میں ان دونوں کا متحد ہونا اور تین چیزوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

وحدات ثمان

وہ امور جن میں تناقض والے دو قضیوں کا متحد ہونا ضروری ہے ان کو وحدات ثمان کا نام دیا جاتا ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1:موضوع

پس اگر وہ موضوع میں مختلف ہونگے تو ان میں تناقض نہیں ہو گا جیسے (علم نفغ بخش ہے) اور (اور جھالت نفع بخش نہیں ہے)

2:محمول

پس اگر وہ محمول میں مختلف ہونگے تو ان میں تناقض نہیں ہو گا جیسے (علم نفع بخش ہے) اور (علم ضرر رساں نہیں ہے)

3:زمانہ

پس (سورج دن میں روشن ہے) کے درمیان اور (سورج رات میں روشن نہیں ہے) کے درمیان تناقض نہیں ہے۔

4:مکان

پس (دیہات میں زمین سرسبز ہے) کے درمیان اور (صحراء میں زمین سرسبز نہیں ہے) کے درمیان تناقض نہیں ہے

5: قوت اور فعل

یعنی دونوں قضیوں کا قوت و فعل میں متحد ہونا ضروری ہے۔ پس (محمد بالقوۃ میت ہے۔) کے درمیان اور (محمد بالفعل میت نہیں ہے) کے درمیان تناقض نہیں ہے۔

6: کل اور جزء

پس (عراق کا کچھ حصہ سرسبز ہے) کے درمیان اور (پورا عراق سرسبز نہیں ہے) کے درمیان تناقض نہیں ہے۔

7: شرط

پس (اگر طالب علم محنت کرے تو وہ سال کے آخر میں کامیاب ہو گا) اور (اگر طالب علم محنت نہ کرے تو کامیاب نہیں ہو گا) کے درمیان تناقض نہیں ہے۔

8: نسبت

پس (آٹھ کی نسبت چار نصف ہے) کے درمیان اور (دس کی نسبت چار نصف نہیں ہے) کے درمیان تناقض نہیں ہے۔

یہ وحدات ثمان منطقیوں کے درمیان مشہور ہیں۔ اور بعض منطقیوں نے حمل اولی اور حمل شائع کے اعتبار سے حمل کے ایک ہونے کی شرط کا اضافہ کیاہے اور یہ شرط لازم ہے۔ دو قضیوں کے متناقض ہونے کیلیے حمل میں متحد ہوناضروری ہے پس اگر دو میں سے ایک میں حمل اولی اور دوسرے میں حمل شائع ہو تو ممکن ہے کہ دونوں اکٹھے صادق ہوں جیسے منطقیوں کا قول جزئی حمل اولی کے اعتبار سے جزئی ہے اور جزئی حمل شائع کے اعتبار سے جزئی نہیں ہے. کیوں کہ جزئی کا مفہوم کلی کے مفہوم کے مصادیق میں سے ہے تو بیشک وہ ایک سے زیادہ پر صادق آتی ہے۔

الاختلاف

ہم نے کہادومتناقض قضیوں کا تین امور میں مختلف ہوناضروری ہے اور وہ کم، کیف اور جہت ہے۔

کم اور کیف میں اختلاف

بہرحال کم اور کیف میں اختلاف کا معنی ہے کہ اگر ایک موجبہ ہے تو دوسرا سالبہ ہو ایک کلیہ ہے تو دوسرا جزئیہ ہو اسی بناء پر

موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ کی نقیض ہے

اور موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض ہے۔

کیونکہ اگر دونوں موجبہ یا دونوں سالبہ ہوں تو ممکن ہے کہ دونوں ایک ساتھ صادق یا کاذب ہوں اور اگر دونوں کلیہ ہوں تو ممکن ہے کہ دونوں ایک ساتھ کاذب ہوں جیسے کہ اگر موضوع اعم ہو اس بناء پر جس کی پہلے ہم نے مثال دی ہے۔ اور اگر دونوں جزئیہ ہوں تو ممکن ہے کہ دونوں ایک ساتھ صادق ہوں جیسے کہ اگر موضوع بھی اعم ہو مثلاً کچھ معدنیات سونا ہیں اور کچھ معدنیات سونا نہیں ہیں۔

جہت میں اختلاف

بہر حال جہت میں مختلف ہونا ایسا امر ہے جس کا تقاضا تناقض کی طبیعت کرتی ہے جیسے ایجاب و سلب کا اختلاف ہوتا ہے کیونکہ ہر چیز کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہوتا ہے جیسے ایجاب کو سلب اور سلب کو ایجاب کے ذریعے اٹھایا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ جہت کو اس کی متناقض جہت کے ذریعے اٹھایا جائے۔

عکوس

اس فصل کے شروع میں گزرا ہے کہ ہم نے کہا بیشک باحث کبھی کبھار اپنے مطلوب پر استدلال کرنے کیلیے محتاج ہوتا ہے کہ ایک اور قضیہ پر برھان قائم کرے جس کا تعلق مطلوبہ قضیہ کے ساتھ ہو تا کہ ان کے درمیان صدق میں ملازمہ کے موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے قضیہ کے صدق سے مطلوبہ قضیہ کے صدق کا استنباط کرے۔ اور یہ ملازمہ ہر قضیہ اور اس کے عکس مستوی اور ہر قضیہ اور اس کے عکس نقیض کے درمیان ہوتا ہے اب ہم ان دونوں قسموں کے بارے میں بحث کریں گے۔

عکس مستوی بہرحال عکس مستوی سے مراد صدق وکیف کو باقی رکھنے کے ساتھ قضیہ کی دونوں طرفوں کو تبدیل کرنا ہے یعنی جس قضیہ کے صدق کا حکم لگایا گیا ہے اس کو ایسے قضیہ میں تبدیل کیا جائے جو صدق اور ایجاب وسلب میں پہلے کے تابع ہو۔ پہلے کی دونوں طرفوں کو اس طرح سے تبدیل کیا جائے کہ پہلے کا موضوع دوسرے کا محمول اور پہلی کا محمول دوسرے کا موضوع ہو یا پہلے کا مقدم دوسرے کی تالی اور پہلے کی تالی دوسرے کا مقدم ہو۔ پہلے کو اصل اور دوسرے کو عکس مستوی کہا جاتا ہے۔ کلمۂ عکس کیلیے یہاں دو اصلاحات ہیں خود تبدیلی میں ایک اصطلاح ہے اور اس قضیہ میں اصطلاح جس میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

صدق میں عکس کے اصل کے تابع ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب اصل صادق ہو تو ضروری ہے کہ عکس بھی صادق ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ عکس کذب میں اصل کے تابع ہو۔ تو کبھی کبھار اصل کاذب ہوتی ہے درحالانکہ عکس صادق ہوتی ہے اس کالازمہ یہ ہے کہ اصل صدق میں عکس کے تابع نہیں ہوتی لیکن کذب میں عکس کے تابع ہوتی ہے کیونکہ اگر اصل صادق ہوتی تو عکس صادق ہوتا لیکن اس کا کاذب ہونا مفروض ہے۔ پس یہاں استدلال سے دو قاعدے حاصل ہوتے ہیں۔

1:-جب اصل صادق ہو گی تو عکس صادق ہو گا

2:اگر عکس کاذب ہو گا تو اصل بھی کاذب ہو گی۔

یہ دوسرے قاعدہ پہلے قاعدے سے نکلتا ہے جیسے کہ آپ نے جانا۔

عکس کی شرائط

ہم نے جانا کہ عکس تین شرطوں کے ساتھ حاصل ہوتا ہے دونوں طرفوں کو تبدیل کرنا اور کیف و صدق کا باقی رہنا۔ بہر حال کم کا باقی رہنا شرط نہیں ہے جو ضروری ہے وہ فقط صدق کا باقی ہونا ہے یہ کبھی تقاضا کرتا ہے کہ کچھ قضیوں میں کم باقی رہے اور کبھی تقاضا کرتا ہے کہ باقی کچھ قضیوں میں کم باقی نہ رہے۔

جو آئے گا اس میں مھم اس قضیہ کی پہچان کرنا ہے جس کے عکس میں صدق کا باقی رہنا کم کے باقی رہنے یا باقی نہ رہنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور اگر دونوں طرفوں کو تبدیل کیا جائے اور کیف باقی رہے لیکن صدق باقی نہ رہے تو اس کو عکس نہیں بلکہ انقلاب کہا جاتا ہے۔

دونوں موجبہ (کلیہ اور جزئیہ) کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

یعنی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ اور موجبہ جزئیہ کا بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

پس جب آپ کہتے ہیں

کل ب ح کا عکس ع ح ب ہو گا

اور ع ب ح کا عکس ع ح ب ہو گا

کل ح ب نہیں ہو گا

سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے۔

پس کم و کیف ایک ساتھ باقی رہتے ہیں تو جب ہمارا قول (کوئی بھی حیوان درخت نہیں ہے) صادق ہو گا تو (کوئی بھی درخت حیوان نہیں ہے) بھی صادق ہو گا

اور اس کی برھان واضح ہے۔ کیونکہ سالبہ کلیہ اسی وقت صادق ہوتا ہے جب اس کے موضوع و محمول کے درمیان تباین کلی ہو اور جن دو کے درمیان تباین (کلی) ہوتا ہے وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہوتے. پس ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے تمام افراد سے سلب کرنا ممکن ہے برابر ہے کہ اِس کو موضوع بنایا جائے یا اُس کو بنایا جائے۔

سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں ہوتا۔

یعنی یہ کلیہ اور جزئیہ دونوں میں سے کسی کی طرف بھی تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا موضوع محمول سے اعم ہو جیسے (کچھ حیوان انسان نہیں ہیں) اور اخص سے اعم کو کلی یا جزئی میں سے کسی حال میں بھی سلب کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں کہیں بھی اخص صادق آتا ہے وہاں اس کے ساتھ اعم بھی صادق آتا ہے پس ہمارا قول کہ (انسان میں سے کوئی بھی حیوان نہیں ہے) اور ہمارا قول کہ (کچھ انسان حیوان نہیں ہے) صادق نہیں ہیں۔

منفصلہ کا عکس نہیں ہوتا

بحث کی شروع میں ہم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ عکس مستوی حملیہ اور شرطیہ سے اعم ہے لیکن غور کرنے کے ساتھ ہم پاتے ہیں کہ منفصلہ کے عکس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ جس پر دلالت کرتا ہے وہ مقدم و تالی کے درمیان تنافی پر دلالت کرتا ہے ان دونوں کے درمیان کوئی طبیعی ترتیب نہیں ہے تو آپ کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں مقدم بنائیں اور دوسرے کو تالی بنائیں اس کے بغیر کہ ان کے درمیان کوئی فرق حاصل ہو۔ برابر ہے کہ آپ کہیں کہ عدد جفت ہوتا ہے یا طاق ہوتا ہے یا کہیں عدد طاق ہوتا ہے یا جفت ہوتا ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

عکسِ نقیض

یہ قضیہ کا وہ دوسرا عکس ہے جس کے صدق پر ایک اور قضیہ کے صدق کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور اس کیلیے دو طریقے ہیں۔

1: **قدماء کا طریقہ** اس کو عکس نقیض موافق کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اصل کے ساتھ کیف میں موافق ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد قضیہ کو دوسرے ایسے قضیہ کی طرف تبدیل کرنا ہے جس کا موضوع اصل کے محمول کی نقیض ہو اور اس کا محمول اصل کے موضوع کی نقیض ہو صدق و کیف باقی رہنے کے ساتھ۔

مختصر الفاظ کے ساتھ یہ ہے کہ (صدق و کیف کے باقی رہنے کے ساتھ قضیہ کی دونوں طرفوں کی نقیضوں کو تبدیل کرنا)

پس (ہر انسان کاتب ہے) کے قضیہ کو عکس نقیض موافق کے ذریعے (ہر لا کاتب لا انسان ہے) کے قضیہ کی طرف تبدیل کیا جائے گا۔

2: متاخرین کا طریقہ

اس کو عکس نقیض مخالف کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کیف میں اپنی اصل کے مخالف ہوتا ہے۔ اس سے مراد قضیہ کو دوسرے ایسے قضیہ کی طرف تبدیل کرنا ہے جس کا موضوع اصل کے محمول کی نقیض ہو اور جس کا محمول اصل کا عین موضوع ہو کیف کے علاوہ صدق کے باقی رہنے کے ساتھ۔

پس (ہر کاتب انسان ہے) کے قضیہ کو عکس نقیض مخالف کے ذریعے (ہر لا انسان کاتب نہیں ہے) کے قضیہ کی طرف تبدیل کیا جائے گا۔

عکوس کی ملحقات میں سے نقص ہے۔

ان مباحث میں سے جو اصل کے صدق سے قضیہ کے صدق پر استدلال کرنے میں مقام کے لحاظ سے عکوس سے کم نہیں ہیں وہ نقص کی مباحث ہیں۔ اور عکوس کے ساتھ ان کو ملحق کرتے ہوئے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نقض:

قضیہ کو دوسرے ایسے قضیہ کی طرف تبدیل کرنا جو دونوں طرفوں کے ان کی جگہ باقی رہنے کے ساتھ صدق میں پہلے قضیہ کو لازم ہو۔

اور یہ تین قسموں پر ہے۔

1: پہلے کے موضوع کی نقیض کو دوسرے کا موضوع بنانا اور پہلے کے عین محمول کو دوسرے کا محمول بنانا اس تبدیل کو نقض موضوع کہا جاتا ہے اور جس قضیہ میں تبدیل کیا گیا ہو اس کو منقوضۃ الموضوع کہا جاتا ہے۔

2: پہلے کے موضوع کو دوسرے کا موضوع بنانا اور پہلے کے محمول کی نقیض کو دوسرے کا محمول بنانا اس تبدیلی کو نقض محمول کہا جاتا ہے اور جس قضیہ کی طرف تبدیل کیا گیا ہو اس کو منقوضۃ المحمول کہا جاتا ہے

3: پہلے کے موضوع کی نقیض کو دوسرے کا موضوع اور پہلے کے محمول کی نقیض کو دوسرے کا محمول بنایا جائے اس کو نقض تام کہا جاتا ہے اور جس قضیہ کی طرف تبدیل کیا گیا ہو اس کو منقوضۃ الطرفین کہا جاتا ہے۔

بدیهہ منطقیہ یا استدلال مباشر بدیهی

قضیوں کے احکام (نقیض، عکوس اور نقض) جو گزرے ہیں وہ تمام اصل سے تبدیل شدہ قضیہ کی نسبت استدلال مباشر کی نوع تھے یعنی نقیض و عکس بیشک نقیض میں دو متناقض قضیوں میں سے ایک کے صدق سے دوسرے کذب یا اس کے بر عکس پر استدلال کیا جاتا ہے اور باقیوں میں اصل کے صدقے سے اس کے صدق پر استدلال کیا جاتا ہے جس کی طرف عکس کے طور پر تبدیل کیا گیا ہو یا عکس اور نقیض کے کذب سے اصل کے کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ہم نے اس کو استدلال مباشر کا نام دیا کیونکہ مطلوب یعنی قضیہ کے صدق و کذب کی طرف منتقل ہونا ایک ہی معلومہ قضیہ کے ذریعے اور دوسرے قضیہ کے واسطہ کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے۔

استدلال مباشر کی انواع میں سے ہر ایک پر برھان گزری ہے۔ان میں سے ایک نوع بدیھی باقی ہے جس کو زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اسے بدیھہ منطقیہ کانام دیا گیاہے۔

ہم کہتے ہیں

علوم ریاضیہ میں موجود بدیھات میں سے ہے کہ اگر ایک ہی چیز کو دو مساوی چیزوں میں اضافہ کیا جائے تو ان کی تساوی کی نسبت تبدیل نہیں ہوتی۔ پس اگر ب = ح ہو اور آپ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ معین عدد مثلا4 کا اضافہ کرتے ہیں تو ب +4= ح +4 ہو گا۔

اسی طرح جب آپ دونوں میں سے ایک ہی معین عدد جیسے 4 کے عدد کو نفی کریں، ضرب کریں یا تقسیم کریں تو

ب-4=ح-4

ب×4=ح×4

ب÷4=ح÷4 ہونگے۔

(اس = علامت کو برابر ہے پڑھا جائے گا)

اسی طرح نسبت تبدیل نہیں ہوتی اگر ب ح سے بڑاہو یا چھوٹاہو جیسے

ب +4ح +4سے بڑایا چھوٹاہے۔

ب-4ح-4سے بڑا یا چھوٹا ہے۔

اسی طرح ہم قضیہ میں کہتے ہیں۔ اگر قضیہ کے موضوع پر ایک کلمہ کو اضافہ کرنا اور اسی کلمہ کو قضیہ کے محمول پر اضافہ کرنا صحیح ہو تو قضیہ کی نسبت تبدیل نہیں ہو گی یعنی کم، کیف وصدق باقی رہے گا۔

پس جب (ہر انسان حیوان ہے) صادق ہے اور آپ کلمہ رأس کو اس کی دونوں طرفوں پر اضافہ کرتے ہیں تو (ہر انسان کا سر حیوان کا سر ہے) بھی صادق ہو گا۔

یا آپ مثلاً کلمہ یحب (محبت کرتا ہے) کا اضافہ کر دیں

تو (جو انسان سے محبت کرتا ہے وہ حیوان سے محبت کرتا ہے) صادق ہو گا

اور جب (حیوان میں سے کوئی چیز بھی پتھر نہیں ہے) صادق ہے تو (حیوان میں سے سیدھی لیٹائی گئی کوئی چیز بھی پتھر میں سے لیٹائی گئی نہیں ہے) صادق ہو گا۔

اور جب (کچھ معدن سونا نہیں ہیں) صادق ہے تو (معدن میں سے کچھ ٹکڑے سونے کا ٹکڑا نہیں ہیں) صادق ہو گا۔

اسی طرح آپ کیلیے ممکن ہے کہ ایک قضیہ صادقہ کو دوسرے قضیہ صادقہ کی طرف تبدیل کریں ایک ہی کلمہ کے اضافہ کے ساتھ جس کا موضوع و محمول پر ایک ساتھ اضافہ کرنا صحیح ہو اور کم و کیف میں تبدیلی کے بغیر ہو۔ برابر ہے کہ وہ کلمہ مضاف، حال، وصف، فعل یا اس گروہ میں سے کوئی بھی ہو۔

ابتدائیہ:

منطق کیلیے سب سے بڑا ھدف اور نہائی مقصد مباحث حجت ہیں۔یعنی معلوم تصدیقی کی مباحث جن سے مجھول تصدیقی کی معرفت تک پہنچنے کیلیے خدمت لی جاتی ہے۔ بہر حال جو ابواب گزرے وہ حقیقت میں اس مقصد کیلیے مقدمہ تھے یہاں تک کہ معرف کی مباحث بھی۔ کیونکہ معرف کے بارے میں بحث کی جاتی ہے تا کہ اس کے ذریعے قضیہ کے مفردات یعنی موضوع و محمول کے سمجھنے پر مدد لی جائے۔

حجت منطقیوں کے نزدیک عبارت ہے اس سے جو قضایا سے تألیف پائے تا کہ اس کے ذریعے مطلوب کی طرف متوجہ ہوا جائے اور اس کو حاصل کیا جائے۔ اس کو حجت اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ مطلوب کو ثابت کرنے کیلیے اس کے ذریعے مد مقابل پر احتجاج کیا جاتا ہے اور اس کو دلیل کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ یہ مطلوب پر دلالت کرتی ہے۔ دلالت کیلیے اس کو آمادہ کرنے اور بنانے کو استدلال کہا جاتا ہے۔

ہر چیز سے پہلے جن کے بارے میں آگاہ ہونا چاہیے ان میں سے یہ ہے کہ تمام قضیے ایسے نہیں ہیں جن کیلیے حجت کو طلب کیا جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی بھی کسی قضیہ کے متعلق یقین تک نہ پہنچتے بلکہ ضروری ہے ایسے قضایا بدیھیہ تک پہنچا جائے جن کی شائن یہ ہے کہ وہ مطلوب نہیں ہوتے۔ اور یہ مطالب کیلیے ابتدائی چیزیں ہیں اور عملی تجارت کیلیے سرمایہ ہیں۔

استدلال کے طریقے یا حجت کی اقسام

ہم میں سے کون ہے جس کو دھواں دیکھنے سے آگ کے موجود ہونے کا علم نہ ہو۔ کون ہے جس کو بادلوں میں چمک کے دیکھنے سے گرج کے سنائی دینے کی توقع نہ ہو؟ کون ہے جو یہ استنباط نہیں کرتا کہ نیند قوتوں کو منجمد کر دیتی ہے۔ اور پانی میں پتھر کے رکھنے سے وہ تر ہو جاتا ہے اور چھری تر و تازہ چیزوں کو کاٹ دیتی ہے؟ کبھی کبھار ہم ایک شخص پر حکم لگاتے ہیں کہ وہ کریم ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنی کچھ صفات میں ایسے کریم کے مشابہ ہے جس سے ہم آشنا ہیں یا کسی قلم پر حکم لگاتے ہیں کہ یہ اچھا ہے کیونکہ وہ ایسے قلم کے مشابہ ہوتا ہے جس کا ہم نے تجربہ کیا ہو۔ ایسے نتائج نکالنے کی ہزاروں مثالیں ہیں جو روزانہ ہمارے سامنے سے گزرتی ہیں۔

حقیقت میں یہ ایسے نتائج ہیں جن سے کوئی ذی شعور خالی نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام مثالیں پلٹتی ہیں معروف حجت کی انواع کی طرف جن کو بیان کرنے کے ہم درپے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایسے ہوتا ہے کہ استنباط کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ ان نوع میں سے کس کے طریقہ پر چل رہا ہے اگرچہ وہ علماء منطق میں سے ہو۔ اور بتحقیق آپ حیران ہوں گے اگر آپ سے کہا جائے کہ ننانوے فیصد لوگ فطری طور پر منطقی ہیں اس حیثیت سے کہ ان کو معلوم نہیں

اس کے باوجود انسان منطق کے احکام میں بہت سی غلطیوں میں واقع ہوتا ہے یا مطلوب حاصل کرنا اس کیلیے دشوار ہو جاتا ہے پس انسان نتیجہ خیز استدلال اور صحیح فکر کے علمی طریقوں کو پڑھنے سے بے نیاز نہیں ہے۔

یہ عملی طریقے استدلال مباشر کے ان طریقوں کے علاوہ ہیں جن کے بارے میں بحث گزری ہے یہ تین بڑی قسمیں ہیں۔

1: قیاس

اس سے مراد ذھن کا قواعد عامہ جن کا صحیح ہونا مسلم ہے ان سے مطلوب کی طرف منتقل ہونے میں خدمت لینا ہے۔ طریقوں میں یہ بہترین ہے۔

2: تمثیل

اس سے مراد ذھن کا دو چیزوں کے درمیان وجہِ شبہ موجود ہونے کی وجہ سے ایک کے حکم سے دوسرے پر حکم لگانے کی طرف منتقل ہونا ہے۔

3: استقراء

اس سے مراد ذھن کا چند جزئیات کو پڑھنا اور ان سے عام حکم نکالنا ہے۔

1: قیاس

قیاس کی تعریف:

منطقیوں نے قیاس کی تعریف اس طرح سے کی ہے قیاس سے مراد وہ قول ہے جو ایسے قضایا سے تالیف پاتا ہے جن کو تسلیم کرلیا جائے تو ذاتی طور پر ان سے دوسرا قول لازم لاتا ہے۔

تعریف کی شرح:

قول جنس ہے اس کا معنی مرکب تام خبری ہے تو ایک اور زیادہ قضیوں سے اعم ہے۔

2:(مؤلف من قضایا سے آخر تک) فصل ہے اور قضایا جمع منطقی ہے تو دو کو بھی شامل ہے قضایا کی قید کے ذریعے استدلال مباشر خارج ہو گیا کیونکہ جیسا کہ گزرا ہے استدلال مباشر ایک قضیہ ہوتا ہے جس کو تسلیم کرنے لینے کے فرض پر وہ دوسرے قضیے کو مستلزم ہوتا ہے۔

3:متی سلمت: یہ تسلیم سے ہے۔

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ قیاس میں اس کے قضایا کا فعلی طور پر مسلم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ قیاس کے قیاس ہونے میں شرط ہے کہ اس کے قضایا کو تسلیم کرنے کے فرض پر دوسرا قول لازم آئے جیسے قضیہ اور اس کے عکس یا نقیض کے درمیان ملازمہ کا مرتبہ ہے۔ بیشک قضیہ کے صدق کے فرض پر اس کے عکوس و نقوض صادق ہوتے ہیں۔ اور لازم صرف ملزوم کے علاوہ صدق میں تابع ہوتا ہے کذب میں نہیں ہوتا۔ جیسے کہ عکس مستوی میں گزرا ہے کیونکہ لازم کا اعم ہونا ممکن ہے اس سے معلوم ہو گیا کے تالیف پانے والے قضایا کے کذب سے قول لازم کا کاذب ہونا لازم نہیں آتا ہاں قول لازم کے کذب سے تالیف پانے والے قضایا کا کذب لازم آتا ہے۔

4:لزم عنہ: اس سے تمثیل واستقراء خارج ہو گئے اگرچہ یہ قضیوں سے تالیف پاتے ہیں لیکن دوسرا قول لازمی طور پر ان دونوں کے تابع نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان سے پیچھے رہ سکتا ہے۔ کچھ استقراء کے علاوہ یہ دونوں زیادہ سے زیادہ ظن کا فائدہ دیتے ہیں۔ اور یہ عنقریب آئے گا۔

5:لذاتہ

اس کے ذریعے قیاس مساوات خارج ہو گیا جیسے کہ اس کے محل میں آئے گا قیاس مساوات سے بھی دوسرا قول لازم آتا ہے لیکن وہ قیاس سے خارج مقدمہ کی وجہ سے ہوتا ہے قیاس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

جیسے ب ح کے مساوی ہے اور ح د کے مساوی ہے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ ب د کے مساوی ہے۔

لیکن یہ ذات قیاس کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مقدمہ خارجیہ کے صادق ہونے کی وجہ سے ہے وہ مقدمہ (مساوی کا مساوی مساوی ہوتا) ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے ایسا قول نتیجہ خیز نہیں ہوتا مثلاب ح کا نصف ہے اور ح د کا نصف ہے

کیونکہ نصف کا نصف نصف نہیں ہوتا بلکہ چوتھا حصہ ہوتا ہے۔

قیاس کی عام اصطلاحات

پہلے عام اصطلاحات کا بیان کرنا ضروری ہے ان اصطلاحات کے علاوہ جو نوع میں سے کسی ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں جن کا ذکر ان کی مناسبات میں عنقریب آئے گا. عام اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں۔

1: قیاس کی صورت

اس سے قیاس کی حیئت کا ارادہ کیا گیا ہے جو قضیوں میں واقع ہوتی ہے

2:مقدمہ

ہر قضیہ جس سے قیاس کی صورت تالیف پاتی ہے مقدمات کو مواد قیاس کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

3:مطلوب

وہ قول جو قیاس سے لازم آئے مقدمات کی تالیف جب ذھن اس کو لیتا ہے تو اسے مطلوب کہا جاتا ہے۔

4:نتیجہ

وہی مطلوب نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ نام قیاس سے اس کو حاصل کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔

5:حدود

مقدمات کے اجزاء ذاتیہ ہوتے ہیں۔ اجزاء ذاتیہ سے ہماری مراد وہ اجزاء ہیں جو مقدمہ کو تحلیل کرنے کے بعد باقی رہتے ہیں۔ پس جب ہم قضیہ حملیہ کو الگ الگ کریں اور اجزاء کی طرف تحلیل کریں تو نسبت کے علاوہ صرف موضوع و محمول باقی ہوتے ہیں۔ کیونکہ نسبت دونوں طرفوں کے درمیان ربط ہونے کی وجہ سے قائم ہوتی ہے جب ہم نے ہر ایک کو دوسرے سے جدا کیا تو اس کا معنی ہی ان کے درمیان سے نسبت کا چلا جانا ہے۔ بہر حال سور قضیہ اور اس کی جہت نسبت کے احوال میں سے ہیں اور نسبت کے جانے کے بعد ان کیلیے کوئی بقاء نہیں ہے اسی طرح جب ہم شرطیہ کو اس کے اجزاء کی طرف تحلیل کرتے ہیں تو فقط مقدم و تالی باقی رہتے ہیں۔

پس موضوع اور محمول یا مقدم و تالی مقدمات کے اجزاء ذاتیہ ہیں اور مقدمات میں یہی حدود ہیں۔

مثال کے ذریعے ان اصطلاحات کی ہمیں وضاحت کرنی چاہیے ہم کہتے ہیں

1:شارب الخمر : فاسق

(شراب پینے والا فاسق ہے)

2:کل فاسق : ترد شهادته

ہر فاسق کی گواہی کو رد کیا جاتا ہے۔

3:شارب الخمر ترد شهادته

پس شراب پینے والے کی گواہی کو رد کیا جاتا ہے۔

پہلے قضیہ میں کلمہ فاسق کی شارب الخمر کی طرف نسبت کی مدد سے اور دوسرے قضیہ میں کل فاسق کی طرف رد شہادت کی نسبت کی مدد سے ہم تیسرے قضیہ میں شارب الخمر اور رد شہادت کے درمیان نسبت کو استنباط کرتے ہیں۔

پہلے دو قضیوں میں سے ہر ایک مقدمہ ہے

شارب الخمر ، فاسق اور ترد شهادتهحدود ہیں

تیسرا قضیہ مطلوب و نتیجہ ہے۔

دو مقدموں کے درمیان دی گئی ترتیب صورۃ قیاس ہے

اور مخفی نہ رہے ہم نے تین نقطوں والی علامت کو استعمال کیا ہے اور نتیجہ سے پہلے رکھا ہے یہ ھندسی علامت ہے جس کو مطلوب کی طرف منتقل ہونے پر دلالت کرنے کیلیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو (پس) پڑھا جاتا ہے۔ آنے والی بحثوں میں حروف کو استعمال کرنے کے وقت اختصار و وضاحت کیلیے اس علامت کو ہم استعمال کریں گے۔

مادہ اور ھیئت کے اعتبار سے قیاس کی قسمیں

ہم نے کہا مقدمات کو مواد قیاس کا نام دیا جاتا ہے ان کے درمیان تالیف کی ھیئت کو صورت قیاس کا نام دیا جاتا ہے تو قیاس کے بارے میں بحث دو طرح سے ہو گی۔

1: قیاس کے مادہ کے اعتبار سے

اس کی صورت سے قطع نظر فقط مادہ کے مختلف ہونے کے اعتبار سے بحث ہوتی ہے مقدمات یقینی یا ظنی ہوں یا مسلمات، مشہورات، وھمیات و خیالات وغیرہ میں سے ہوں جو آئیں گے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے قیاس برھان، جدل، خطابت، شعر و مغالطہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

2: قیاس کی صورت کے اعتبار سے

مادہ کی حالت سے قطع نظر صورت کے مختلف ہونے کے سبب سے بحث کی جاتی ہے یہ باب قیاس کے بارے میں اسی جہت سے بحث کرنے کیلیے منعقد کیا گیا ہے۔ اس جہت سے قیاس دو قسموں یعنی اقترانی و استثنائی کی طرف تقسیم ہوتا ہے اس تقسیم میں مقدمات کے اندر نتیجہ یا نقیض نتیجہ کے واضح ذکر ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم: جس قیاس کے مقدمات میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ کو واضح طور پر ذکر کیا گیا ہو اس کو استثنائی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کلمہ استثناء پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسے

1:ان كان محمد عالما و واجب احترامه

(اگر محمد عالم ہے تو اس کا احترام ضروری ہے)

2:لكنه عالم(لیکن وہ عالم)

3:محمد واجب احترامه(پس محمد کا احترام ضروری ہے)

پس نتیجہ (3) کو ہی پہلے قضیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

1:لو كان فلان عادلا فهو لا يعصى الله

(اگر فلان عادل ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا)

2:لكنه قد عصى(لیکن اس نے نافرمانی کی ہے)

3:ما كان فلان عادلا (پس فلان عادل نہیں ہے)

نتیجہ (3) قضیہ نمبر ایک میں اس کی نقیض کو واضح ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری قسم: جس کے مقدمات میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ کو واضح ذکر نہ کیا گیا ہو اس کو اقترانی کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بحث کے شروع میں مثال گزری ہے۔ نتیجہ (شارب الخمر ترد شهادته) یا نقیض نتیجہ کی حیئت کو دونوں مقدموں میں واضح ذکر نہیں کیا گیا۔ اگرچہ مقدمات یعنی حدود میں نتیجہ کے اجزاء ذاتیہ موجود ہونے کے اعتبار سے نتیجہ بالقوۃ مذکور ہے۔ اور وہ حدود(شارب الخمر اور ترد شهادته) ہیں۔ پس بیشک ان میں سے ہر ایک مستقل مقدمہ میں مذکور ہے۔

پھر اقترانی صرف حملیوں سے تالیف پاتا ہے تو اسے اقترانی حملی کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی صرف شرطیوں سے یا حملی اور شرطی دونوں سے تالیف پاتا ہے تو اسے اقترانی شرطی کہا جاتا ہے۔

شرطی کی مثال

1: كلما كان الماء جاريا ، كان معتصما

(جب کبھی پانی جاتی ہوتا ہے تو وہ محفوظ ہوتا ہے)

2: كلما كان معتصما كان لم ينجس بملاقات النجاسة

(جب کبھی پانی محفوظ ہوتا ہے تو وہ نجاست کی ملاقات سے نجس نہیں ہوتا)

3: كلما كان الماء جاريا كان لم ينجس بملاقات النجاسة

(جب کبھی پانی جاری ہوتا ہے تو نجاست کی ملاقات سے نجس نہیں ہوتا)

اس کے دونوں مقدمہ شرطیہ متصلہ ہیں۔

دوسری مثال

1: الاسم كلمة(اسم کلمہ ہے)

2: الكلمة اما مبنية أو معربة (کلمہ معرب یا مبنی ہوتا ہے)

3: الاسم اما مبنية أو معربة(اسم معرب ہوگا یا مبنی ہوگا)

پہلا مقدمہ حملیہ اور دوسرا شرطیہ متصلہ ہے۔

اور ہم پہلے حملیات کے بارے میں پھر شرطیات اور پھر استثنائیات کے بارے میں بحث کریں گے۔

اقترانی حملی

اس کی حدود:

ضروری ہے کہ قیاس اقترانی دو مقدموں پر مشتمل ہو تا کہ مطلوب کیلیے نتیجہ خیز ہو۔ نیز ضروری ہے کہ دونوں مقدمے تین حدود پر مشتمل ہوں۔

1: حد متکرر جو دونوں مقدموں کے درمیان مشترک ہو۔

2: حد جو پہلے مقدمہ کے ساتھ مختص ہو

3: حد جو دوسرے مقدمہ کے ساتھ مختص ہو۔

حد متکرر مشترک وہ ہوتی ہے جو دوسرے دو حدوں کے درمیان رابط بنتی ہے۔ ان دو حدوں سے جو نتیجہ بنتا ہے اس میں سے اس (حد متکرر) کو حذف کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دو (حدوں) میں سے ایک نتیجہ کا موضوع اور دوسری نتیجہ کا محمول بنتی ہے۔ پس یہ (حد متکرر) اس شمعہ کی طرح ہے جو خود فناء ہو جاتی ہے تا کہ غیر کیلیے روشن ہو۔

ہمیں مصطلحات عامہ میں گزری مثال پر حدود کی تطبیق کیلیے اس کی طرف پلٹنا چاہیے۔

ا: فاسق: حد متکرر مشترک ہے جو

ب: شارب الخمر (وہ حد جو پہلے مقدمہ کے ساتھ مختص ہے) اور

ج: ترد شھادتہ (وہ حد جو دوسرے مقدمہ کے ساتھ مختص ہے) کے درمیان رابط ہے۔

دونوں مقدمے حد مشترک کے حذف کے ذریعے (شارب الخمر ترد شھادتہ) کا نتیجہ دیتے ہیں۔

منطقیوں نے ان حدود میں سے ہر ایک کو خاص نام دیا ہے۔

اً: حد اوسط یا وسط: وہ حد مشترک جو دونوں رفیقوں کے درمیان ایک کے دوسرے کی طرف نسبت میں وسیلہ بنتی ہے نیز اس کو حجت کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے دونوں حدوں کے درمیان نسبت کے ہونے پر احتجاج کیا جاتا ہے۔ اور اس کو اثبات میں واسطہ کا نام بھی دیا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں حدوں کے درمیان حکم کے ثابت کرنے میں واسطہ ہوتی ہے۔ اور اس کیلیے ہم حرف م کے ذریعے اشارہ کریں گے

ب: حد اصغر: وہ حد جو نتیجہ میں موضوع ہوتی ہے جو مقدمہ اس پر مشتمل ہوتا ہے اس کو صغری کا نام دیا جاتا ہے۔ برابر ہے کہ یہ حد صغری میں موضوع ہو یا محمول ہو اس کیلیے ہم حرف ب کے ذریعے اشارہ کریں گے۔

ج: حد اکبر: وہ حد جو نتیجہ میں محمول ہوتی ہے اور جو مقدمہ اس پر مشتمل ہوتا ہے اس کو کبری کا نام دیا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ کبری میں موضوع ہو یا محمول ہو اس کیلیے ہم حرف ح کے ذریعے اشارہ کریں گے۔ اکٹھی دونوں حدوں کو طرفین کا نام دیا جاتا ہے۔

پس جب ہم کہتے ہیں

کل ب م

یہاں کل م ح

تو (حد متکرر کے حذف کے ساتھ) کل ب ح نتیجہ ہو گا۔

قیاس اقترانی کیلیے عام شرائط

قیاس اقترانی برابر ہے کہ حملی ہو یا شرطی اس کیلیے بنیادی عام شرائط ہیں جن کا قیاس میں ہونا ضروری ہے تا کہ وہ نتیجہ خیز ہو۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1: حد اوسط کا تکرار

یعنی صغری و کبری میں اختلاف کے بغیر اسی حد کا تکرار ہونا ضروری ہے۔ اگر اس طرح نہ ہو تو حد اوسط کا تکرار ہی نہیں ہو گا۔ اور دونوں طرفوں میں ربط موجود نہیں ہو گا۔ اور یہ بدیھی (واضح) ہے۔

مثال کے طور جب کہا جائے۔

الحائط فيه فأرة ، كل فأرة له أذنان

(دیوار میں چوہا ہے، ہر چوئے کے دو کان ہوتے ہیں)

پس بیشک الحائط له أذنان (دیوار کے دو کان ہیں) نتیجہ نہیں ہو گا.

کیونکہ وہ حد جس کے تکرار کا خیال کیا گیا ہے اس کا تکرار نہیں ہوا پس بیشک صغری میں محمول (فیه فأرة) ہے اور کبری میں موضوع صرف فأرۃ ہے اس کے نتیجہ خیز ہونے کیلیے کبری میں كل ما فيه فأرة له أذنان (وہ جس میں چوہا ہو اس کے دو کان ہوتے ہیں) کہا جائے لیکن یہ کاذبہ ہے یا کلمہ فأرۃ کے تکرار کا اعتبار کیا جائے تو نتیجہ اسی الحائط فيه ما له أذنان (دیوار میں وہ ہے جس کیلیے دو کان ہیں) کی طرح ہو گا جو کہ صادق ہے۔

دوسری مثال

الذهب عين ، كل عين تدمع

(سونا عین ہے اور عین آنسو بہاتی ہے)

پس بیشک الذهب تدمع (سونا آنسو بہاتا ہے) نتیجہ نہیں ہے۔

کیونکہ عین لفظ مشترک ہے صغری میں اس سے جو مراد ہے وہ کبری میں اس کی مراد کا غیر ہے۔ پس حد اوسط کا تکرار نہیں ہوا اور تکرار فقط لفظ کا ہوا ہے۔

2: دو مقدموں میں سے ایک کا موجبہ ہونا

پس دوسالبہ سے نتیجہ نہیں آتا ہے۔ کیونکہ دوسالبہ میں موجود حد اوسط اصغر واکبر کے درمیان ربط واتصال وجود میں لانے پر ہماری مدد نہیں کرتی۔ اس بات کی طرف دیکھتے ہوئے کہ ایک چیز کبھی دو چیزوں کے متباین ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا تباین نہیں ہوتا۔ جیسے فرس (گھوڑا) انسان اور ناطق کا مباین ہے۔ اور کبھی کبھار ایک چیز دو چیزوں کے مباین ہوتی ہے اور وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے مباین ہوتی ہیں جیسے فرس انسان اور طائر (پرندہ) کے مباین ہے اور انسان وطائر بھی ایک دوسرے کے مباین ہیں۔

اس بناء پر دونوں حدوں کے ساتھ متکرر کے مباین ہونے سے ان کا حال معلوم نہیں ہو گا کہ وہ اوسط کے خارج میں دوسرے سے متلاقی (ملاقات کرنے والی) ہیں یا مباین ہیں۔ تو ایجاب وسلب کا نتیجہ نہیں آئے گا پس جب ہم کہتے ہیں

لا شيئ من الانسان بفرس (انسان میں سے کوئی چیز بھی گھوڑا نہیں ہے)

لا شيئ من الفرس بناطق (گھوڑوں میں سے کوئی چیز بھی ناطق نہیں ہے)

پس یہ قیاس مثلا لا شيئ من الانسان بناطق (انسان میں سے کوئی چیز بھی ناطق نہیں ہے) کا سلب کا نتیجہ نہیں دے گا۔

کیونکہ دونوں طرفیں متلاقی ہیں اگر ہم دوسرے مقدمہ کو اپنے اس قول لا شيئ من الفرس بطائر (گھوڑوں میں سے کوئی چیز بھی پرندہ نہیں ہے) میں بدل دیں پس بیشک یہ کل الانسان طائر (ہر انسان پرندہ ہے) ایجاب کا نتیجہ نہیں دے گا۔ کیونکہ دونوں طرفیں متباین ہیں یہی کلام ہر دوسالبہ میں جاری ہوتا ہے۔

3: دو مقدموں میں سے ایک کلیہ ہو۔

تو دو جزئیوں سے نتیجہ نہیں آئے گا کیونکہ وسط دو جزئیوں میں اصغر و اکبر کے درمیان اتصال وجود میں لانے پر مدد نہیں کرتی۔ جزئیہ زیادہ سے زیادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی اطراف کچھ موارد میں متلاقی ہیں پس دو جزئیوں میں معلوم نہیں ہو گا کہ اصغر میں اوسط کے ساتھ جو بعض ملاقی ہیں یہ وہی بعض ہیں جو اکبر میں اوسط کے ساتھ ملاقی ہیں یا ان کے علاوہ ہیں۔ اور یہ دونوں (وہی بعض ہونا یا ان کے علاوہ ہونا) ممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا طرفین یعنی اصغر و اکبر کا حال معلوم نہیں ہو گا کہ وہ متلاقی ہیں یا مباین ہیں پس ایجاب و سلب کا نتیجہ نہیں آئے گا مثال کے طور پر جیسے ہم کہتے ہیں

پہلی مرتبہ: بعض الانسان حیوان و بعض الحیوان فرس

پس بیشک یہ بعض الانسان فرس (کچھ انسان گھوڑے ہیں) ایجاب کا نتیجہ نہیں دیتا اور جب ہم دوسرے مقدمہ کو اپنے قول (بعض الحیوان ناطق) سے بدل دیں تو یہ بعض الانسان لیس بناطق (کچھ انسان ناطق نہیں ہیں) سلب کا نتیجہ نہیں دیتا۔

دوسری مرتبہ: بعض الانسان حیوان و بعض الحیوان لیس بناطق

پس بیشک یہ بعض الانسان لیس بناطق (کچھ انسان ناطق نہیں ہیں) سلب کا نتیجہ نہیں دیتا۔ اور جب ہم دوسرے مقدمہ کو اپنے قول بعض الحیوان لیس بفرس (بعض حیوان فرس نہیں ہیں) میں بدل دیں تو یہ بعض الانسان فرس (کچھ انسان گھوڑے ہیں) ایجاب کا نتیجہ نہیں دیتا۔ اسی طرح کلام ہر دو جزئیوں میں جاری ہو گا اوسط کی جگہ جہاں بھی ہو۔ موضوع ہو، محمول ہو یا مختلف ہو۔

4: نتیجہ کمتر مقدمہ کا تابع ہو گا

یعنی دو مقدمہ میں سے ایک سالبہ ہو تو نتیجہ سالبہ ہو گا کیونکہ سالبہ موجبہ سے کمتر ہو تا ہے اور جب دو میں سے ایک مقدمہ جزئیہ ہو گا تو نتیجہ جزئیہ ہو گا کیونکہ جزئیہ کلیہ سے کمتر ہو تا ہے۔ یہ شرط واضح ہے کیونکہ نتیجہ اکٹھے دونوں مقدموں سے نکلتا ہے پس ممکن نہیں ان دونوں پر ہم اضافہ کریں تاکہ نتیجہ دونوں سے قوی ہو جائے۔

5: صغری سالبہ اور کبری جزئیہ سے نتیجہ نہیں آتا

ضروری ہے کہ صغری کو کلیہ فرض کیا جائے وگرنہ تیسری شرط میں خلل پڑ جائے گا اور ضروری ہے کہ کبری کو کلیہ فرض کیا جائے وگرنہ دوسری شرط میں خلل پڑ جائے گا۔

جب قیاس صغری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ جزئیہ سے ترتیب پائے گا تو بیشک معلوم ہی نہیں ہو گا کہ اصغر و اکبر اوسط کے خارج میں متلاقی ہیں یا مباین ہیں۔ کیونکہ سالبہ کلیہ دلالت کرتا ہے کہ دونوں طرفیں یعنی اصغر و اوسط مباین ہیں۔ اور موجبہ جزئیہ دلالت کرتا ہے کہ دونوں طرفیں یعنی اوسط و اکبر بعض موارد میں متلاقی ہیں پس ممکن ہے کہ اکبر اوسط کے خارج میں اصغر کے مباین ہو جس طرح اوسط اصغر کے مباین ہے اور ممکن ہے کہ اکبر اصغر کے ساتھ متلاقی ہو۔ مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں

لا شیئ من الغراب بانسان و بعض الانسان اسود

(کوے میں سے کوئی چیز انسان نہیں اور انسان میں سے کچھ سیاہ ہیں)

پس بیشک یہ بعض الغراب لیس باسود (کچھ کوے سیاہ نہیں ہیں) سلب کا نتیجہ نہیں دیتا۔ اور اگر ہم دوسرے مقدمہ کو اپنے قول بعض الانسان ابیض (کچھ انسان سفید ہیں) میں بدل دیں تو بیشک یہ بعض الغراب ابیض (کچھ کوے سفید ہیں) ایجاب کا نتیجہ نہیں دیتا۔

یہاں مثال میں آپ کو اوسط کے رکھنے کے بارے میں اختیار ہے دونوں میں موضوع ہو، محمول ہو یا مختلف ہو۔ تو بتحقیق بات تبدیل نہیں ہو گی اور بانجھ پن (یعنی نتیجہ خیر نہ ہونے) کو آپ پائیں گے جیسے تمام میں ہے۔

اشکال اربعہ (چار شکلیں)

ہم نے کہا قیاس اقترانی کیلیے تین حدود یعنی اصغر، اکبر اور اوسط کا ہونا ضروری ہے یہاں ہم اس پر اضافہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دونوں مقدموں میں دونوں طرفوں کے ساتھ اوسط کی وضع مختلف ہوتی ہے۔ حملی میں کبھی دونوں میں موضوع، کبھی دونوں میں محمول، کبھی صغری میں موضوع اور کبری میں محمول اور کبھی اس کے برعکس ہوتی ہے ۔ پس یہ چار صورتیں ہیں ان میں سے ہر ایک کو شکل کا نام دیا جاتا ہے اسی طرح شرطی میں مقدم و تالی ہیں۔

اسی بناء پر منطقیوں کی اصطلاح میں شکل سے مراد دونوں طرفوں کے ساتھ اوسط کی وضع کے اعتبار سے قیاس اقترانی ہے۔ حملی میں چار شکلوں میں سے ہر ایک کے بارے میں ہمیں کلام کرنا چاہیے اس کی اتباع میں شرطی کو لائیں گے۔

شکل اول (پہلی شکل)

وہ صورت جس میں اوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہو یعنی دونوں مقدموں میں دونوں حدوں کی وضع اوسط کے ساتھ وہی ہوتی ہے جو ان میں سے ایک کی دوسرے کے ساتھ نتیجہ میں ہوتی ہے پس جیسے اصغر نتیجہ میں موضوع ہوتا ہے اسی طرح صغری میں بھی موضوع ہے جیسے اکبر نتیجہ میں محمول ہوتا ہے اسی طرح کبری میں بھی محمول ہے اس تفسیر کا فائدہ ہے اور ہم اس تک پہنچنا چاہتے ہیں تو بتحقیق اصغر کی وضع جو نتیجہ میں ہے اسی وضع کے صغری میں ہونے اور اکبر کی وضع جو نتیجہ میں ہے وہی کبری میں ہونے کی وجہ سے یہ شکل طبعیت کے تقاضے کے مطابق ہے اس کا نتیجہ خیز ہونا واضح ہے یعنی اس پر کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں ہے باقی اس کے خلاف ہیں۔اسی وجہ سے منطقیوں نے اس کو پہلے شکل قرار دیا ہے اور اسی کے ذریعے باقیوں پر استدلال کرتے ہیں۔

اس کی شرائط

اس شکل کیلیے دو شرطیں ہیں۔

1:صغری کاموجبہ ہونا

کیونکہ اگر وہ سالبہ ہو گا تو معلوم نہیں ہو گا کہ کبری میں اوسط پر جو حکم واقع ہے وہ اوسط کے خارج میں اصغر سے ملاقی ہے یا نہیں۔پس دونوں امروں کا احتمال ہے۔تو ایجاب وسلب کا نتیجہ نہیں آئے گا جیسے مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں

لا شيئ من الحجر بنبات ،   و كل نبات نام

(پتھر میں سے کوئی چیز بھی نباتات نہیں ہے اور ہر نبات بڑھنے والی ہوتی ہے)

توبیشک یہ كل حجر نام(ہر پتھر بڑھنے والا ہوتا ہے)ایجاب کا نتیجہ نہیں دیتا۔اور اگر ہم صغری کو اپنے قول لا شيئ من الانسان بنبات(انسان میں سے کوئی چیز نبات نہیں ہے)میں بدل دیں تو یہ سلب کا نتیجہ نہیں دے گا جیسے لاشيئ من الانسان بنبات(انسان میں سے کوئی چیز بھی بڑھنے والی نہیں ہے)

بہر حال جب صغری موجبہ ہو تو کبری میں اوسط پر جو حکم واقع ہو رہا ہے ضروری ہے کہ اس پر بھی واقع ہو صغری میں جس پر اوسط واقع ہو رہی ہے۔۔

2: کبری کلیہ ہو کیونکہ اگر کبری جزئیہ ہو گا تو ممکن ہے کہ اکبر کے ذریعے اوسط میں سے جس بعض پر حکم لگ رہا ہے وہ اس کے غیر ہو جس کے ذریعے اصغر پر حکم لگ رہا ہے۔ پس اوسط کے وسیلہ سے حکم اکبر سے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہو گا حقیقت میں یہ شرط پہلے قاعدہ کی طرف پلٹتی ہے کیونکہ حقیقت میں اس فرض پر اوسط کا تکرار نہیں ہوا مثال کے طور پر جیسے ہم کہتے ہیں

کل ماء سائل و بعض السائل یلتهب بالنار

(ہر پانی بہنے والا ہوتا ہے اور کچھ بہنے والی چیزیں آگ کے ذریعے بھڑک اٹھتی ہیں)

پس بیشک بعض الماء یلتھب بالنار (کچھ پانی آگ کے ذریعے بھڑک اٹھتے ہیں) کا نتیجہ نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ سائل جس کے ذریعے پانی پر حکم لگایا جارہا ہے وہ خصوصی طور پر وہ حصہ ہے جو پانی کے ساتھ متلاقی ہے اور یہ حصہ سائل کے اس حصے کے غیر ہے جو آگ سے بھڑک اٹھتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ پیٹرول ہے۔ معنی میں اوسط کا تکرار نہیں ہوا اگرچہ لفظی طور پر ہوا ہے۔

شکل اول کی یہ شرائط کم و کیف کے لحاظ سے ہیں بہر حال جھت کے لحاظ سے کہا گیا ہے کہ صغری فعلی ہو لیکن ہم نے خود پر لازم قرار دیا ہے کہ موجھات کے بارے میں بحث نہیں کریں گے کیونکہ اس کی طویل بحثیں ہمارے لیے ان چیزوں کا بہت سا حصہ ضائع کر دیں گی جن کا جاننا ضروری ہے۔ اور اس (بحث) میں ہمار لیے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے۔

قیاس میں ہر مقدمہ ذاتی طور پر ایسا ہے کہ اس کیلیے محصورات اربعہ میں سے کوئی ایک قسم ہونا ممکن ہے۔ پس جب ہم صغری میں موجود محصورات اربعہ کی چار قسموں کو کبری میں موجود چار قسموں سے ملائیں گے تو اس ملانے سے ہمارے پاس سولہ قسمیں نکلیں گی جو چار کو چار میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ (سولہ قسمیں) تمام اشکال اربعہ میں ہوتی ہیں۔

دو مقدموں کی تالیف سے جو صورت بنتی ہے اس کو تین نام دیئے جاتے ہیں یعنی ضرب، اقتران اور قرینہ۔

یہ تمام اقترانات یا سولہ ضروب میں سے کچھ نتیجہ خیز ہوتی ہیں جن کو قیاس کہا جاتا ہے اور کچھ نتیجہ خیز نہیں ہوتیں ان کو عقیم کہا جاتا ہے اس شکل کیلیے کم و کیف کی شرائط کے حساب سے صرف چار ضروب نتیجہ خیز ہوتی ہیں۔ بہر حال باقی عقیم ہوتی ہیں کیونکہ پہلے شرط کے ذریعے آٹھ ضروب ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ صغری کے دو سالبہ (کلیہ و جزئیہ) کو کبری کے چار میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں اور دوسری شرط کے ذریعے چار ضروب ساقط ہوتی ہیں جو کبری کی دو جزئیوں کو صغری کے دو موجبہ سے ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ تو باقی صرف چار ہوتی ہیں۔

ان چاروں میں سے ہر ایک نتیجہ دینے میں واضح ہیں ان میں سے ہر ایک محصورات اربعہ میں سے ایک کا نتیجہ دیتی ہے۔ تو تمام محصورات کو اس شکل کی ضروب سے نکالا جاتا ہے اسی وجہ سے اس شکل کو کامل و فاضل کہا جاتا ہے اور منطقیوں نے نتائج میں اس کی ضروب کو محصورات کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ پس پہلا موجبہ کلیہ پھر دوسرا سالبہ کلیہ پھر تیسرا موجبہ جزئیہ پھر چوتھا سالبہ جزئیہ کا نتیجہ دیتی ہے۔

پہلی ضرب: دو موجبہ کلیہ سے موجبہ کلیہ کا نتیجہ آتا ہے

کل ب م کل م ح کل ب ح

اس کی مثال

کل خمر مسکر و کل مسکر حرام

ہر شراب نشہ آور ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

کل خمر حرام

پس ہر شراب حرام ہے۔

دوسری: موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ سے سالبہ کلیہ کا نتیجہ آتا ہے۔

اس کی مثال

کل خمر مسکر لا شیئ من المسکر بنافع

ہر شراب نشہ آور ہے اور نشہ آور چیزوں میں سے کوئی بھی نفع بخش نہیں۔

لا شیئ من الخمر بنافع

شراب میں سے کوئی چیز بھی نفع بخش نہیں ہے۔

تیسری: موجبہ جزئیہ اور موجبہ کلیہ سے موجبہ جزئیہ کا نتیجہ آتا ہے۔

اس کی مثال

بعض السائلین فقراء و کل فقیر یستحق الصدقة

کچھ سوال کرنے والے فقیر ہوتے ہیں اور ہر فقیر صدقے کا مستحق ہوتا ہے۔

بعض السائلین یستحق الصدقة

کچھ سوال کرنے والے صدقے کے مستحق ہوتے ہیں۔

چوتھی: موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ کا نتیجہ آتا ہے۔

اس کی مثال

بعض السائلین اغنیاء لا غنی یستحق الصدقة

کچھ سوال کرنے والے غنی ہوتے ہیں اور کوئی بھی غنی صدقہ کا مستحق نہیں ہوتا

بعض السائلین لا یستحق الصدقة

پس کچھ سوال کرنے والے صدقے کے مستحق نہیں ہوتے۔

الشکل الثانی (دوسری شکل)

وہ شکل جس میں حد اوسط دونوں مقدموں میں ایک ساتھ محمول ہوتی ہے پس اس میں اصغر نتیجہ اور صغری میں موضوع ہوتی ہے لیکن اکبر کی وضع مختلف ہوتی ہے پس بیشک وہ کبری میں موضوع اور نتیجہ میں محمول ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ شکل طبیعت کے تقاضے سے دور اور نتیجہ دینے میں غیر واضح ہے۔اور اپنے قیاس ہونے میں دلیل کی محتاج ہے۔ پہلی شکل کی طرح اس میں صغری ونتیجہ میں اصغر کی وضع کے متحد ہونے یعنی دونوں میں موضوع ہونے کی وجہ سے یہ باقی دو شکلوں سے طبیعت کے تقاضے کے قریب ہے۔ کیونکہ موضوع ذھن کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اس کی شرائط:

پہلی شرط: کیف میں اختلاف ہو۔ پس جب ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو کیونکہ یہ شکل کیف میں متفق ہونے کے ساتھ نتیجہ خیز نہیں ہوتی کیونکہ دونوں طرفیں یعنی اصغر واکبر کبھی متباین ہوتی ہیں اس کے موجود وہ ایک ہی چیز پر حمل کیے جانے میں مشترک ہوتی ہیں یا ایک چیز کے ان سے سلب کیے جانے میں مشترک ہوتی ہیں پھر کبھی کبھار یہ آپس میں متلاقی ہوتی ہیں نیز وہ ان پر ایک ہی چیز کے حمل کیے جانے یا سلب کیے جانے میں مشترک ہوتی ہیں۔ تو ایجاب و سلب کا نتیجہ نہیں دیتی۔ اس کی مثال

انسان وفرس متباین ہیں اور حیوان کے ان پر حمل کیے جانے اور حجر کو ان سے سلب کیے جانے میں دونوں مشترک ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں

أ: کل انسان حیوان و کل فرس حیوان

ہر انسان حیوان ہے اور ہر گھوڑا حیوان ہے

ب: لاشیئ من الانسان بحجر و لا شیئ من الفرس بحجر

انسان میں سے کوئی چیز پتھر نہیں اور گھوڑوں میں سے بھی کوئی چیز پتھر نہیں۔

دونوں کے نتیجہ میں حق سالبہ ہونا ہے پھر بتحقیق انسان و ناطق حیوان کے ان پر حمل کیے جانے اور حجر کو ان سے سلب کیے جانے میں مشترک ہیں۔ پس دونوں مثالوں میں فرس کو ناطق میں بدلا جائے تو ان دونوں کے نتیجہ میں حق موجبہ ہونا ہو گا

۔

بہر حال جب صغری و کبری میں حکم اس طرح سے مختلف ہوں کہ ان کو ایک چیز پر جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ضروری ہے پہلے میں جس پر حکم لگایا جارہا ہے وہ اس کا غیر ہو جس پر دوسرے میں حکم لگایا جارہا ہے تو دونوں طرفیں اصغر و اکبر متباین ہوں گی اور ان کے درمیان سلب کی نسبت ہو گی اسی وجہ سے دوسری شکل میں نتیجہ ہمیشہ سالبہ ہوتا ہے جو دو مقدموں میں سے کمتر ہوتا ہے۔

دوسری شرط: کبری کا کلیہ ہونا کیونکہ کیف میں مختلف ہونے کے ساتھ کبری جزئیہ ہو گا تو اصغر و اکبر کا حال معلوم نہیں ہو گا وہ متلاقی ہیں یا متنافی ہیں۔ کیونکہ کبری جزئیہ صغری کلیہ کے ساتھ جب کیف میں مختلف ہو تو یہ اصغر اور کبری میں موجود اکبر کے کچھ افراد کے درمیان فقط منافات پر دلالت کرتا ہے۔ اصغر اور اکبر میں سے وہ کچھ افراد جن کو ذکر نہیں کیا ان کے درمیان منافات پر دلالت نہیں کرتا جیسے کے ان کی ملاقات پر بھی دلالت نہیں کرنا تو اختلاف حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال

کل مجتر ذو ظِلف و بعض الحیوان لیس بذی ظلف

ہر جگالی کرنے والا کُھر رکھتا ہے اور کچھ حیوان کُھر نہیں رکھتے

پس بیشک سالبہ نتیجہ نہیں آئے گا جیسے بعض المجتر لیس بحیوان (کچھ جگالی کرنے والے حیوان نہیں ہیں) اور اگر اکبر کو کلمہ طائر کے ساتھ بدل دیں پھر بیشک موجبہ نتیجہ نہیں آئے گا جیسے بعض المجتر طائر (کچھ جگالی کرنے والے پرندے ہیں)

اس شکل میں مذکورہ دو شرطوں کے لحاظ سے فقط چار ضروب نتیجہ خیز ہوں گی کیونکہ پہلی شرط کے ذریعے آٹھ ضروب ساقط ہو جائیں گی جو صغری کے دو سالبہ کو کبری کے دو سالبہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوں گے پس یہ چار ہوئیں اور صغری کے دو موجبہ کو کبری کے دو موجبہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں یہ دوسری چار ہوئیں دوسری شرط کے ذریعے چار ضروب ساقط ہو جاتی ہیں یہ صغری میں موجود دو سالبہ کبری میں موجود موجبہ جزئیہ کے ساتھ ہیں اور صغری میں موجود دو موجبہ کبری میں موجود سالبہ جزئیہ کے ساتھ ہیں۔

باقی چار ضروب نتیجہ خیز ہیں ان میں سے ہر ایک پر شکل اول کے ذریعے برھان قائم کی جاتی ہے جیسے عنقریب آپ دیکھیں گے۔

پہلی ضرب: موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ سے سالبہ کلیہ کا نتیجہ آتا ہے۔ اس کی مثال

كل مجتر ذو ظلف   لاشيى من الطائر بذى ظلف

ہر جگالی کرنے والا کُھر رکھتا ہے اور پرندوں میں سے کوئی بھی کُھر نہیں رکھتا۔

لا شيئ من المجتر بطائر

جگالی کرنے والوں میں سے کوئی بھی پرندہ نہیں ہے۔

اس پر کبری کے عکس مستوی کے ذریعے برھان قائم کی جائے گی پھر عکس کو اسی صغری کے ساتھ ملایا جائے گا تو شکل اول کی دوسری ضرب بن جائے گی اور یہ مطلوبہ نتیجہ آئے گا پس اشاروں کے استعمال سے کہا جاتا ہے۔

مفروض: کل ب م، لا ح م

مدعی یہ ہے کہ لا ب ح نتیجہ آئے گا

برھان: کبری کا ہم (لا م ح) کی طرف عکس مستوی بناتے ہیں اور صغری کے ساتھ ملاتے ہیں تو وجود میں آتا ہے کل ب م، لا م ح (شکل اول کی دوسری ضرب)

لا ب ح نتیجہ آتا ہے (یہ وہی مطلوب ہے)

دوسری: سالبہ کلیہ اور موجبہ کلیہ سے سالبہ کلیہ نتیجہ آتا ہے اس کی مثال

لا شيئ من الممكنات بدائم ، و كل حق دائم

کوئی چیز بھی ممکنات میں سے ہمشہ رہنے والی نہیں اور ہر حق ہمیشہ رہنے والا ہے۔

لا شیئ من الممکنات بحق

ممکنات میں سے کوئی چیز بھی حق نہیں ہے۔

اس پر صغری کے عکس کے ذریعے برھان قائم کی جائے گی پھر اس کو کبری بنایا جائے گا اور اصل کی کبری کو صغری بنایا جائے گا پھر نتیجہ کا عکس ہو گا پس کہا جائے گا

مفروض: لاب م، کل ح م

مدعی: لاب ح

برھان:

جب لاب م صادق ہے تو لام ب (عکس مستوی) بھی صادق ہو گا

پھر اس عکس کو کبری بنانے کے وسیلہ سے اصل کی کبری کے ساتھ ملائیں گے تو قیاس مندرجہ ذیل ہو گا

کل ح م، لام ب (شکل اول کی دوسری ضرب)

نتیجہ لاب ح ہو گا

اس کولاح ب کی طرف عکس بنایا جائے گا جو کہ مطلوب ہے۔

تیسری: موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ نتیجہ آئے گا اس کی مثال

بعض المعدن ذهب ، لا شيئ من الفضة بذهب

کچھ معدنیات سونا ہیں اور چاندی میں سے کوئی چیز سونا نہیں ہے

بعض المعدن ليس بفضة

پس کچھ معدنیات فضہ نہیں ہے

اس پر اسی کے ذریعے برھان قائم کی جائے گی جس کے ذریعے پہلی ضرب پر برھان قائم کی گئی تھی۔ تو کہا جائے گا

مفروض: ع ب م، لاح م

مدعی: س ب ح

برھان:

جب لاح م (کبری) صادق ہے تو لام ح (عکس مستوی) بھی صادق ہو گا

اور اس کو صغری کے ساتھ ملانے سے وجود میں آئے گا

ع ب م اور لام ح (پہلی شکل کی چوتھی ضرب)

نتیجہ س ب ح ہو گا جو کہ مطلوب ہے۔

چوتھی: سالبہ جزئیہ اور موجبہ کلیہ سے سالبہ جزئیہ آئے گا اس کی مثال

بعض الجسم ليس بمعدن ، و كل ذهب معدن

کچھ جسم معدنیات میں سے نہیں ہیں اور ہر سونا معدن ہے

بعض الجسم ليس بذهب

کچھ جسم سونا نہیں ہیں۔

اس پر عکس کے اس طریقہ کے ذریعے برھان قائم نہیں ہو گی جس کو ہم نے سابقہ تین ضروب میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ صغری سالبہ جزئیہ ہے جس کا عکس نہیں ہوتا اور کبری کا عکس جزئیہ ہے اس سے اور صغری سے قیاس درست نہیں ہو گا کیونکہ دو جزئیوں سے قیاس نہیں آتا اس وقت ہم اس پر برھان قائم کرنے کیلیے دوسرے طریقے کی طرف رجوع کریں گے جس کو طریقۂ خلف کہا جاتا ہے پس کہا جائے گا

س ب م و کل ح م

مدعی: س ب ح

برھان:

اگر نتیجہ س ب ح صادق نہ ہو تو اس کی نقیض کل ب ح صادق ہو گی

اس کو اصل کی کبری کی صغری بنائیں گے شکل اول کی پہلی ضرب بن جائے گی۔

کل ب ح و کل ح م

نتیجہ کل ب م

اس نتیجہ کی نقیض س ب م کاذب ہو گی۔

یہ وہی صغری ہے جس کے صدق کو فرض کیا گیا تھا اور (جو ابھی حاصل ہوا) وہ خلاف فرض ہے تو

س ب ح کا صادق ہونا ضروری ہے جو کہ مطلوب ہے۔

الشکل الثالث (تیسری شکل)

وہ صورت جس میں اوسط ایک ساتھ دونوں مقدموں میں موضوع ہو۔ پس اکبر ایک ساتھ کبری اور نتیجہ میں محمول ہو گی لیکن اصغر کی وضع مختلف ہو گی۔ بیشک وہ صغری میں محمول اور نتیجہ میں موضوع ہو گی۔ اسی وجہ سے یہ شکل طبیعت کے تقاضے سے بعید ہے اور دوسری شکل کی نسبت زیادہ بعید ہے۔ کیونکہ اختلاف نتیجہ کے موضوع میں ہے جو کہ ذھن کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور دوسری شکل میں اختلاف محمول میں تھا کیونکہ پہلی شکل کی طرح اس میں اکبر متحد وضع یعنی کبری و نتیجہ میں محمول ہے اس وجہ سے یہ چوتھی شکل سے قریب تر ہے۔

اس کی شرائط:

اس شکل کی بھی دو شرطیں ہیں۔ صغری کا موجبہ ہونا اور دو مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا۔ بہرحال پہلی شرط اس وجہ سے ہے کہ اگر صغری سالبہ ہو گا تو اکبر جس کو ایجاب یا سلب کے ساتھ اوسط پر حمل کیا جارہا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہو گا کہ وہ اصغر کے ساتھ اوسط کے خارج میں ملاقات کرتی ہے یا اس سے جدا ہوتی ہے۔

کیونکہ اگر کبری موجبہ ہو گا تو بتحقیق اوسط اکبر کی ساتھ ملاقی اور اصغر سے مباین ہو گی اور ایک ہی چیز کبھی دو متلاقی یا دو متباین چیزوں کی متلاقی یا متباین ہوتی ہے جیسے ناطق حیوان کے متلاقی اور فرس کے متباین ہے اور وہ دونوں متلاقی ہیں۔ ناطق حیوان کے متلاقی اور شجر کے متباین ہے جب کہ وہ دونوں (حیوان و شجر) آپس میں متباین ہیں

اور اگر کبری بھی سالبہ ہو تو بتحقیق اوسط ایک ساتھ اصغر و اکبر کی مباین ہو جائے گی اور ایک ہی چیز کبھی دو متلاقی چیزوں کے مباین ہوتی ہے اور کبھی تو متباین چیزوں کے مباین ہوتی ہے۔ جیسے ذھب فرس اور حیوان کے مباین ہے جب کہ دونوں آپس میں متلاقی ہیں اور یہ (ذھب) حیوان و شجر کے مباین ہے جب کہ وہ آپس میں متباین ہیں۔ تو جب کہا جائے۔

أ: لا شيئ من الناطق بفرس و كل ناطق حيوان

(ناطق میں سے کوئی چیز گھوڑا نہیں اور ہر ناطق حیوان ہے)

توبیشک یہ سالبہ کا نتیجہ نہیں دے گا اور اگر فرس کی جگہ ہم شجر کو رکھ دیں تو یہ موجبہ کا نتیجہ نہیں دے گا۔

ب: لا شيئ من الذهب بفرس و لا شيئ من الذهب بحيوان

پس بیشک یہ سالبہ نتیجہ نہیں دے گا اور اگر ہم فرس کی جگہ شجر کو رکھ دیں تو بیشک یہ موجبہ نتیجہ نہیں دے گا

بہر حال دوسری شرط کہ دو مقدموں میں سے ایک کلیہ ہو۔ کیونکہ قیاس کے عام قواعد میں سے تیسرے قاعدے میں گزرا ہے کہ دو جزئیوں سے نتیجہ نہیں آتا اور یہاں ایسی چیز بھی نہیں ہے جو دو میں سے ایک مقدمہ کے خصوصی طور پر کلیہ ہونے کا تقاضا کرے۔

اس کی ضروب: مذکورہ دو شرطوں کے حساب سے اس شکل میں سے صرف چھ ضروب نتیجہ خیز ہوں گی کیونکہ شکل اول کی طرح پہلی شرط کے ذریعے آٹھ ضروب ساقط ہو جائیں گی اور دوسری شرط کے ذریعے دو ضروب ساقط ہوں گی جو کہ دو موجبہ جزئیہ اور موجبہ جزئیہ سالبہ جزئیہ کے ساتھ ہے۔ تو باقی چھ ہیں ان میں سے ہر ایک برھان کی محتاج ہیں اس کے تمام نتائج جزئیہ ہوتے ہیں۔

پہلی ضرب: دو موجبہ کلیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ اس کی مثال

كل ذهب معدن ، و كل ذهب غالی الثمن

ہر سونا معدنیات میں سے ہے اور ہر سونا مہنگا ہوتا ہے

بعض المعدن غالی الثمن

کچھ معدنیات مہنگی ہوتی ہیں۔

دوسری: دو کلیوں اور سالبہ کبری سے نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا اس کی مثال

کل ذھب معدن و لا شیئ من الذھب بفضة

ہر سونا معدن ہے اور سونے میں سے کوئی چیز بھی چاندی نہیں ہے۔

بعض المعدن لیس بفضة

کچھ معدنیات چاندی نہیں ہیں۔

تیسری: دو موجبوں اور صغری جزئیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا اس کی مثال

بعض الطائر ابیض و کل طائر حیوان

کچھ پرندے سفید ہیں اور ہر پرندہ حیوان ہے۔

بعض الابیض حیوان

کچھ سفید حیوان ہیں

چوتھی: دوموجبہ اور کبری جزئیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گااس کی مثال

کل طائر حیوان و بعض الطائر ابیض

تمام پرندے حیوان ہیں اور کچھ پرندے سفید ہیں۔

بعض الحیوان ابیض

کچھ حیوان سفید ہیں۔

پانچویں: موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ سے نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گااس کی مثال

کل حیوان حساس ، و بعض الحیوان لیس بانسان

ہر حیوان محسوس کرنے والاہے اور کچھ حیوان انسان نہیں ہیں۔

بعض الحساس لیس بانسان

کچھ محسوس کرنے والے انسان نہیں ہیں۔

چھٹی: موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔اس کی مثال

بعض الذهب معدن و لا شيئ من الذهب بحديد

کچھ سونے معدنیات میں سے ہیں اور سونے میں سے کوئی چیز بھی لوہا نہیں ہے۔

بعض المعدن ليس بحديد

کچھ معدنیات لوہا نہیں ہیں۔

الشکل الرابع (چوتھی شکل)

وہ صورت جس میں پہلی شکل کے برعکس اوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہوتی ہے۔ اصغر و اکبر کی نتیجہ میں جو وضع ہے وہ دونوں مقدموں میں ان کی وضع کے مخالف ہے۔ اسی وجہ سے یہ شکل تمام شکلوں میں سے طبیعت کے تقاضے سے زیادہ دور اور نتیجہ دینے میں ذھن کیلیے ناقابل فہم ہے۔ اسی وجہ سے علماء منطق میں سے ایک گروہ نے اس کو اپنی کتابوں میں (لکھنے سے) ترک کیا ہے اور پہلی تین پر اکتفاء کیا ہے۔

اس کی شرائط:

اس شکل کے نتیجہ دینے میں وہی تین عام شرائط ہیں جو ہر شکل میں موجود ہوتی ہیں جن کا ذکر قواعد عامہ میں گزرا ہے۔

اور یہ ہیں کہ دو سالبوں، دو جزئیوں یا سالبہ صغری اور کبری جزئیہ سے قیاس ترتیب نہ پایا ہو۔ نیز اس میں دو شرطیں ہیں جو اسی کے ساتھ خاص ہیں۔

1: اس کے دو مقدمات میں سے کوئی ایک سالبہ جزئیہ نہ ہو.

2: جب دونوں مقدمے موجبہ ہو تو صغری کلیہ ہو. اگر صغری موجبہ جزئیہ ہو گا تو کبری کا موجبہ ہونا ممکن نہیں ہو گا بلکہ ضروری ہے کہ وہ سالبہ کلیہ ہو۔

اس کی ضروب:

مذکورہ پانچ شرائط کے حساب سے اس شکل میں سے فقط پانچ ضروب نتیجہ خیز ہوتی ہیں۔ کیونکہ پہلی شرط کے ذریعے چار ضروب ساقط ہو جاتی ہیں جو کہ دو سالبہ کو دو سالبہ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری شرط کے ذریعے تین ضروب ساقط ہو جاتی ہیں۔ دو جزئیہ موجبہ ہو یا ایجاب وسلب میں مختلف ہوں۔ تیسری شرط کے ذریعے ایک یعنی سالبہ کلیہ جو موجبہ جزئیہ کے ساتھ ہو ساقط ہو جاتی ہے۔ چوتھی کے ذریعے دو ضروب ساقط ہوتی ہیں صغری یا کبری سالبہ جزئیہ جو موجبہ کلیہ کے ساتھ ہو۔ پانچویں کے ذریعے ایک ضرب ساقط ہوتی ہے۔ صغری موجبہ جزئیہ جو کبری موجبہ کلیہ کے ساتھ ہو۔

باقی پانچ ضروب ہیں۔

پہلی ضرب: دو موجبہ کلیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا۔ اس کی مثال

کل انسان حیوان وکل ناطق انسان

ہر انسان حیوان ہے اور ہر ناطق حیوان ہے۔

بعض الحیوان ناطق

پس کچھ حیوان ناطق ہیں۔

دوسری: موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ سے نتیجہ موجبہ جزئیہ آئے گا اس کی مثال

كل انسان حيوان و بعض الولود انسان

ہر انسان حیوان ہے اور کچھ جنے جانے والے انسان ہیں

بعض الحيوان ولود

کچھ حیوان جنے جانے والے ہیں۔

تیسری: سالبہ کلیہ اور موجبہ کلیہ سے نتیجہ سالبہ کلیہ ہو گا اس کی مثال

لا شيئ من الممكن بدائم و كل محل للحوادث ممكن

ممکن میں سے کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں اور ہر محل جو حوادث کیلیے ہو وہ ممکن ہے۔

لا شيئ من الدائم بمحل للحوادث

پس ہمیشہ رہنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی حوادث کیلیے محل نہیں ہے۔

چوتھی: موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ سے نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا۔ اس کی مثال

كل سائل يتبخر و لا شيئ من الحديد بسائل

ہر بہنے والی چیز بخارات بنتی ہے اور لوہا میں سے کوئی چیز بہنے والی نہیں۔

بعض ما يتبخر ليس بحديد

بخارات بننے والی بعض چیزیں لوہا نہیں ہیں۔

پانچویں: موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ اس کی مثال

بعض السائل يتبخر   و لا شيئ من الحديد بسائل

کچھ بہنے والی چیزیں بخارات بنتی ہیں اور لوہے میں سے کوئی چیز بھی بہنے والی نہیں ہے۔

بعض ما يتبخر ليس بحديد

بعض بخارات بننے والی چیزیں لوہا نہیں ہیں۔

اقترانی شرطی

اس کی تعریف اور حدود

قیاس اقترانی حملی کا معنی اور اس کی حدود گزری ہیں اس سے اقترانی شرطی مختلف نہیں مگر یہ (شرطی) قضیہ شرطیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یا دونوں مقدموں کی صورت میں یا ایک مقدمہ کی صورت میں شرطیہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اوسط، اصغر واکبر پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے اس کی حدود وہی حملی کی حدود ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ حد قضیہ شرطیہ کا مقدم یا تالی ہوتی ہے جیسے حد اوسط مقدم یا تالی کا فقط ایک جزء ہوتی ہے اور اس کا بیان عنقریب آئے گا۔

پس صحیح ہے ہم اس کی تعریف اس طرح سے کرے کہ وہ قیاس اقترانی جس کے تمام مقدمات یا ان میں سے کچھ قضیہ شرطیہ ہوں۔

اس کی اقسام:

قیاس اقترانی شرطی کی دو تقسیمات ہیں۔

1: مقدمات کے لحاظ سے اس کی تقسیم۔

کبھی کبھار یہ دو متصلہ، یا دو منفصلہ یا ایک متصلہ اور ایک منفصلہ، یا حملیہ اور متصلہ یا حملیہ اور منفصلہ سے ترتیب پاتا ہے تو یہ پانچ اقسام ہیں۔

2: حد اوسط کے جزء تام یا غیر تام ہونے کے لحاظ سے اس کی تقسیم:

بتحقیق جب شرطیہ دوطرفوں سے ترتیب پاتا ہے تو دو قضیہ شرطیہ کا اشتراک جزء تام میں ہوتا یعنی مقدم یا تالی میں سے ہر ایک مکمل طور پر حد اوسط ہوتی ہے اور کبھی اشتراک جزء غیر تام میں ہوتا ہے یعنی حد اوسط مقدم یا تالی میں سے ہر ایک کا جزء ہوتی ہے۔ اور کبھی ایک مقدمہ میں جزء تام اور دوسرے مقدمہ میں غیر تام ہوتی ہے پس یہ تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم: جس میں دونوں مقدمہ جزء تام میں مشترک ہوتے ہیں جیسے

كلما كان الانسان عاقلا قنع بما يكفيه

(جب کبھی انسان عقلمند ہوتا ہے تو جو اس کیلیے کافی ہوتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے)

و كلما قنع بما يكفيه استغنى

(جو کوئی اپنے لیے کافی چیز پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز ہوتا ہے)

كلما كان الانسان عاقلا استغنى

(جب کبھی انسان عاقل ہوتا ہے تو بے نیاز ہوتا ہے)

2: جس میں دونوں مقدمے جزء غیر تام میں مشترک ہوتے ہیں۔ جیسے

اذا كان القرآن معجزة فالقرآن خالد

(جب قرآن معجزہ ہے تو وہ ہمیشہ رہنے والا ہے)

و اذا كان الخلود معناه البقاء فالخالد لا يتبدل

(جب خلود کا معنی باقی رہنا ہے تو جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہو وہ تبدیل نہیں ہوتی)

اذا كان القرآن معجزة و كان الخلود معناه البقاء فالقرآن لايتبدل

(جب قرآن معجزہ ہے اور خلود کا معنی ہمیشہ باقی رہنا ہے تو قرآن تبدیل نہیں ہوتا)

پس دقت کے ساتھ لحاظ کریں صغری کی تالی (فالقرآن خالد) اور کبری کی تالی (فالخالد لا يتبدل) سے قیاس اقترانی حملی کی پہلے شکل ترتیب پاتی ہے اور القرآن لایتبدل کا نتیجہ دیتی ہے۔

تو ہم اس نتیجہ کو ایسے شرطیہ کا تالی بناتے ہیں جس کا مقدم کبری والا مقدم ہو گا پھر ہم اس شرطیہ کو اس شرطیہ کا تالی بنائیں گے جس کا مقدم صغری والا مقدم ہو گا اور یہ آخری شرطیہ نتیجہ ہو گا جو کہ مطلوب ہے۔

جب دو متصلہ سے قیاس ترتیب پائے تو اس قسم سے نتیجہ لینے کا یہی طریقہ ہے۔ اس قسم کے بیان میں اتنی مقدار پر ہم اکتفاء کرتے ہیں اور اس کی اقسام و شروط کو ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں کلام طویل ہے اور جو ہمارا ذوق چل رہا ہے اس کی مخالفت ہے۔

تیسری: جس میں دو مقدموں میں سے ایک میں جزء تام اور دوسری میں غیر تام میں اشتراک ہو۔ یہ قسم فقط اس قیاس اقترانی شرطی میں تصور کی جاسکتی ہے جو حملیہ اور متصلہ سے ترتیب پایا ہو۔ اس کی شرح اور اس کی شروط کی شرح آئے گی۔ بہر حال جو خالص شرطیہ ہے اس میں ضروری ہے کہ دو میں سے ایک شرطیہ کو بسیطہ فرض کیا جائے اور دوسرے کو حملیہ اور جو اصل میں شرطیہ ہو اس سے مرکب فرض کیا جائے تا کہ حد مشترک پہلے کا جزء تام اور دوسرے کا غیر تام ہو۔ جیسے

اذا كانت النبوة من الله فاذا كان محمد (ص) نبيا فلا يترك امته سدى

(جب نبوت اللہ کی طرف سے ہے اور جب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبی ہیں تو وہ اپنی امت کو بغیر رہنما کے نہیں چھوڑیں گے)

و اذا لم يترك أمته سدى وجب أن ينصب هاديا

(اور جب وہ امت کو بغیر رہنما کے نہیں چھوڑتے تو ضروری ہے کہ کسی رہنما کو معین کریں)

اذا كانت النبوة من الله فاذا كان محمد نبيا وجب أن ينصب هاديا

(جب نبوت اللہ کی طرف سے ہے اور جب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبی ہیں ضروری ہے کہ وہ رہنما کو معین کریں)

پس ملاحظہ کریں صغری کا تالی کبری کے ساتھ ہو تو ان سے قسم اول کا قیاس شرطی ترتیب پاتا ہے۔ وہ جس میں دونوں مقدمے جزء تام میں مشترک ہیں تو شکل اول کی طرح نتیجہ دیں گے (پس محمد نبی ہیں تو ضروری ہے کہ وہ رہنما کو معین کریں)

پھر ہم اس نتیجہ کو ایسے شرطیہ کا تالی بنائیں گے جس کا مقدم صغری کا مقدم ہو گا تو یہی نیا شرطیہ ہی نتیجہ و مطلوبہ ہو گا۔

جب یہ قسم دو متصلہ سے ترتیب پائی ہو تو اس سے نتیجہ لینے کا یہی طریقہ ہے شرطیات محضہ میں سے اس قسم کے اتنے بیان پر ہم اکتفاء کرتے ہیں اسی سبب کی وجہ سے جو دوسری قسم میں گزرا ہے۔

قیاس استثنائی

اس کی تعریف و تالیف:

اس قیاس کا ذکر اور تعریف گزری ہے۔ اور یہ کامل قیاسوں میں سے ہے یا ان میں سے ہے جن کا نتیجہ خیز ہونا کسی اور مقدمہ پر موقوف نہیں ہوتا۔ (اس کے برعکس کی مثال) جیسے قیاس مساوات اور اس جیسے ہیں اسی تفصیل پر جو عنقریب توابع میں آئے گی۔

جب گزرا ہے کہ استثنائی میں بالفعل نتیجہ یا نقیض نتیجہ مذکور ہوتا ہے تو یہاں ہم کہتے ہیں کہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ کا مستقل مقدمہ میں جس کا صدق مسلم ہو اس میں مذکور ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس وقت نتیجہ نکالنا مطلوب پر اصرار کرنا ہو گا۔ نتیجہ کے یا نقیض نتیجہ کے مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقدمہ کا جزء ہوتا ہے۔

اور جب یہ (نتیجہ) خود قضیہ ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ جس مقدمہ میں اس قضیہ کو ذکر کیا گیا ہے وہ شرطیہ ہو۔ کیونکہ شرطیہ اصل میں دو قضیوں سے ترتیب پاتا ہے۔ تو اسی بناء ضروری ہے اس قیاس کے دو مقدموں میں سے ایک کا شرطیہ ہونا۔ بہر حال دوسرا مقدمہ استثنائی ہو گا یعنی ادات استثناء پر مشتمل ہو گا جس کی وجہ سے اس کو استثنائی کا نام دیا جاتا ہے۔ استثنائی میں شرطیہ کی دو طرفوں میں سے ایک کو یا اس کی نقیض کو استثناء کیا جاتا ہے تا کہ دوسری طرف یا اس کی نقیض نتیجہ کے طور پر آئے اس تفصیل پر جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

اس کی تقسیم:

یہ شرطیہ کبھی متصلہ اور کبھی منفصلہ ہوتا ہے اس حساب سے یہ قیاس اتصالی اور انفصالی کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

اس کی شرائط:

اس قیاس میں تین امور کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

1: دو مقدموں میں سے ایک کلیہ ہو پس دو جزئیوں سے نتیجہ نہیں آتا۔

2: شرطیہ اتفاقیہ نہ ہو۔

3: شرطیہ موجبہ ہو خاص طور پر متصلہ میں اس شرط کا معنی یہ ہے کہ سالبہ کو ایسے موجبہ کی طرف تبدیل کیا جائے جو متصلہ کو لازم ہو تو اس کو متصلہ کی جگہ پر رکھا جائے۔ مقدموں کی ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کیلیے نتیجہ دینے میں خاص حکم ہے۔ ان دونوں کو ہم تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

اتصالی کا حکم:

استثنائی اتصالی سے نتیجہ نکالنے کے دو طریقے ہیں۔

1: عین مقدم کو استثناء کرنا تا کہ عین تالی نتیجہ کے طور پر آئے کیونکہ جب ملزوم متحقق ہوتا ہے تو لازم بھی یقینی طور پر متحقق ہوتا ہے۔ برابر ہے کہ لازم اعم ہو یا مساوی ہو۔ لیکن اگر عین تالی کو استثناء کیا جائے تو ضروری نہیں ہے کہ عین مقدم نتیجہ کے طور پر آئے۔ کیونکہ لازم کا اعم ہونا ممکن ہے۔ اور اعم کے ثابت ہونے سے اخص کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال

كلما كان الماء جاريا كان معتصما

لکن ھذا الماء جار

فهو معتصم

(جب کبھی پانی جاری ہوتا ہے تو محفوظ ہوتا ہے

لیکن یہ پانی جاری ہے

پس یہ پانی محفوظ ہے)

تو اگر ہم (لکنه معتصم) کہتے تو (فهو جار) نتیجہ نہ آتا کیونکہ پانی کا محفوظ ہونا ممکن ہے اس حال میں کہ وہ رکا ہوا ہو اور زیادہ ہو۔

2: تالی کی نقیض کو استثناء کرنا تاکہ مقدم کی نقیض بطور نتیجہ آئے کیونکہ جب لازم منتفی ہوتا ہے تو ملزوم یقینی طور پر منتفی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر لازم اعم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر مقدم کی نقیض کو استثناء کیا جائے تو تالی کی نقیض نتیجہ کے طور پر نہیں آتی کیونکہ لازم کا اعم ہونا ممکن ہے اور اخص کو سلب کرنا اعم کے سلب کرنے کو مستلزم نہیں ہوتا کیونکہ اخص کی نقیض اعم کی نقیض سے اعم ہوتی ہے۔ اس کی مثال

كلما كان الماء جاريا كان معتصما

لكن هذا الماء ليس معتصما

فهو ليس بجار

(جب کبھی پانی جاری ہو تو وہ محفوظ ہوتا ہے

لیکن یہ پانی محفوظ نہیں ہے

پس یہ پانی جاری نہیں ہے)

تو اگر ہم (لكنه ليس بجار) کہتے تو (ليس بمعتصم) نتیجہ نہ آتا کیونکہ ممکن ہے کہ پانی جاری نہ ہو لیکن زیادہ ہونے کی وجہ سے محفوظ ہو۔

استثنائی انفصالی کا حکم

استثنائی انفصالی سے نتیجہ لینے کے تین طریقے ہیں۔

1: جب شرطیہ حقیقیہ ہو تو اس کی دو طرفوں میں سے ایک کو بعینہ استثناء کرنے سے دوسرے کی نقیض بطور نتیجہ آتی ہے۔ اور ایک کی نقیض کو استثناء کرنے سے بعینہ دوسری طرف آتی ہے۔ تو جب آپ کہتے ہیں

العدد اما زوج و اما فرد

(عدد جفت یا طاق ہو گا)

تو بیشک استثناء چار صورتوں پر ہو گا اس طرح سے

1:لکن هذا العدد زوج   فهو ليس بفرد نتیجہ آئے گا۔

(لیکن یہ عدد جفت ہے)(پس یہ طاق نہیں ہے)

2:لکن هذا العدد فرد،   فهو ليس بزوج نتیجہ آئے گا۔

(لیکن یہ عدد طاق ہے)(پس یہ جفت نہیں ہے)

3:ليكن هذا العدد ليس بزوج ،   فهو فرد نتیجہ آئے گا

(لیکن یہ عدد جفت نہیں ہے)(پس یہ طاق ہے)

4:لیکن هذا العدد لیس بفرد ، فهو زوج نتیجہ آئے گا

(لیکن یہ عدد طاق نہیں ہے)(پس یہ جفت ہے)

یہ واضح ہے جس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب منفصلہ کے دو اجزاء ہوں۔ کبھی کبھار اس کے تین یا اس سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں۔ مثلا

الکلمة اما اسم أو فعل أو حرف

توجب آپ ایک کو بعینہ استثناء کریں گے تو باقی اجزاء کی تعداد کے مطابق حملیات بطور نتیجہ آئے گے۔ مثال کے طور پر آپ کہتے ہیں۔

لکنها اسم(لیکن یہ اسم ہے)

توحملیات باقی اجزاء کی تعداد کے مطابق بطور نتیجہ آئے گے۔ جیسے فهی لیست فعلا و لیست حرفا

(پس یہ فعل نہیں ہے اور حرف نہیں ہے)

اور جب ان میں سے ایک کی نقیض کو استثناء کریں گے مثال کے طور پر آپ کہیے گے

لکنها لیست اسما(لیکن یہ اسم نہیں ہے)

توباقی بعینہ اجزاء سے منفصلہ بطور نتیجہ آئے گا تو آپ کہیں گے الکلمۃ اما فعل او حرف (کلمہ فعل ہے یا حرف ہے)

اور اس کے بعد ممکن ہے کہ ہم اس نتیجہ کو ایک اور قیاس استثنائی کا مقدم قرار دیں پھر اس کے اجزاء میں سے کسی کو یا اس کی نقیض کو استثناء کریں تا کہ معین جزء میں انحصار ہو جائے۔

اسی طرح اس طریقہ کو استعمال کرنا ممکن ہے جب منفصلہ کے اجزاء تین سے زیادہ ہوں تو استثناء کرتے رہیں یہاں تک کہ ایک قسم بچ جائے اور اسی میں امر منحصر ہو جائے۔ اس طریقہ کو دور و تردید یا برھان سیر و تفسیر یا برھان الاستقصاء کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ پہلے جزء میں نسب اربعہ کی بحث میں دو نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلیے اسی طریقہ سے ہمارا برھان قائم کرنا گزرا ہے۔

2: جب شرطیہ مانعۃ الخلو ہو اگر دونوں طرفوں میں سے ایک کی نقیض کو استثناء کیا جائے تو بعینہ دوسرا نتیجہ کے طور پر آتا ہے۔ دونوں طرفوں میں سے ایک بعینہ استثناء کرنے سے دوسرے کی نقیض نہیں آتی کیونکہ مفروض یہ ہے کہ دو عینوں (دو طرفوں) کے جمع ہونے سے کوئی مانع نہیں ہے تو ایک کے صدق سے دوسرے کا کذب لازم نہیں آتا۔

3: جب شرطیہ مانعۃ الجمع ہو۔ پس بتحقیق دو طرفوں میں سے بعینہ ایک کو استثناء کرنے سے دوسرے کی نقیض بطور نتیجہ آتی ہے اور ایک کی نقیض کے استثناء سے دوسری بعینہ نتیجہ کے طور پر نہیں آتی کیونکہ مفروض یہ ہے کہ واقع کا ان دونوں سے خالی ہونا ممکن ہے تو ایک کے کذب سے دوسرے کا صدق لازم نہیں آتا۔ یہ اور اس سے پہلے والا واضح ہے۔

قیاسِ خلف

بحث کرنے والا کبھی کبھار اپنے مطلوب پر مستقیم طریقے سے استدلال کرنے سے عاجز ہوتا ہے غیر مستقیم طریقہ کو لینے کا حیلہ کرتا ہے تاکہ مطلوب کی نقیض کے بطلان پر دلیل قائم کرے اور اس کے مطلوب کا صدق ثابت ہو جائے کیونکہ دو نقیضیں ایک ساتھ کاذب نہیں ہو سکتیں۔ مطلوب کو ثابت کرنے کیلیے نقیض کو باطل قرار دینے کو قیاس خلف کا نام دیا جاتا ہے خلف کا طریقہ استدلال غیر مستقیم کی انواع میں سے ہے۔ یہاں سے ہمیں قیاسِ خلف کی تعریف حاصل ہو جاتی ہے اس طرح سے کہ قیاس خلف (ایسا قیاس مرکب ہے جو مطلوب کی نقیض کو باطل کرنے کے ذریعے مطلوب کو ثابت کرتا ہے)

بہرحال اس کا قیاس مرکب ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ دو قیاسوں سے ترتیب پاتا ہے ایک اقترانی شرطی جو متصلہ اور حملیہ سے ترتیب پایا ہو اور دوسرا قیاس استثنائی۔

اس کی کیفیت:

جب ہم مطلوب کی نقیض کو باطل کرنے کے ذریعے مطلوب کو ثابت کرنے کا ارادہ کریں تو ہم پر لازم ہے کہ اسی طریقے کو استعمال کریں جس کی شرح ہم عنقریب کریں گے اور ہر چیز سے پہلے ان موارد کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن کیلیے سابقہ بحثوں میں قیاس خلف کو استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہم مثال کے طور پر شکل ثانی کی چوتھی ضرب کو اختیار کرتے ہیں ۔پس ہم کہتے ہیں

جب 1: س ب م 2: کل ح م صادق ہے

مدعی: نتیجہ (س ب ح) صادق ہے

خلف کے ذریعے کی جانے والی برھان کا خلاصہ:

ہم کہتے ہیں اگر مطلوب صادق نہ ہو تو اس کی نقیض صادق ہوتی ہے لیکن اس کی نقیض صادق نہیں ہے کیونکہ اس کا صدق خلف کو مستلزم ہے تو ضروری ہے کہ مطلوب صادق ہو۔ یہ اسی طرح ہے جیسے قیاس استثنائی میں آپ نے دیکھا اس کی کبری پر خلف کے لازم آنے کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔ نقیض کے صادق ہونے کے وقت خلف کے لازم آنے کو بیان کرنے کیلیے ایسے قیاس اقترانی شرطی کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے جو ایسے متصلہ سے جس کا مقدم مطلوب ہو منفی حالت میں اور تالی مطلوب کی نقیض ہو اور ایسے حملیہ سے ترتیب پاتا ہے جس کے صدق کو فرض کیا گیا ہو۔

خلف کے ذریعے برھان کی تفصیل:

مندرجہ ذیل مراحل جو تمثیل کے ساتھ ہیں ان کی اتباع ایسے مثال کے ذریعے کرتے ہیں جس کو ہم نے اختیار کیا تھا۔

1: مطلوب (کل ب ح) کی نقیض کو ہم لیتے ہیں اور اس کو ملاتے ہیں ایسے مقدمہ کے ساتھ جس کے صدق کو فرض کیا گیا ہو تاکہ کبری ہو جو (کل ح م) ہے ان دونوں سے شکل اول کا قیاس ترتیب پاتا ہے۔

کل ب ح، و کل ح م

کل ب م نتیجہ ہوتا ہے۔

2: پھر ہم اس حاصل شدہ نتیجہ کو دوسرے مقدمہ کے ساتھ قیاس کریں گے جس کے صدق کو فرض کیا گیا ہو جو کہ (س ب م) ہے تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ یہ دونوں نقیض ہیں۔ تو یا (س ب م) کاذب ہو گا جس کے صدق کو فرض کیا گیا ہے یہ خلف ہے یعنی جس کے صدق کو فرض کیا گیا تھا اس کے خلاف ہے۔ یا یہ حاصل شدہ نتیجہ کاذب ہو گا اور وہ (کل ب م) ہے اور یہی متعین ہے۔

3: پھر اسی وقت ہم کہتے ہیں ضروری ہے کہ پہلے گزرے نتیجہ کا کذب دو مقدموں میں سے ایک کے کذب سے پیدا ہوا ہو کیونکہ فرض کے اعتبار سے قیاس کی ترتیب میں کوئی خلل نہیں ہے۔ اور جس قضیہ کے صدق کو فرض کیا گیا اس کا کاذب ہونا ممکن نہیں ہے تو ضروری ہے کہ دوسرا مقدمہ جو کہ مطلوب کی نقیض (کل ب ح) ہے وہ کاذب ہو۔ تو مطلوب (س ب ح) ثابت ہو گیا۔

4: آخر میں استدلال کو اس طرح سے رکھتے ہیں

أ: قیاس اقترانی شرطی

صغری جو ہمارا قول (اگر س ب ح صادق نہ ہو تو کل ب ح) ہے۔

(2) کبری جس کے صدق کو فرض کیا گیا ہے وہ ہمارا قول (کل ح م) ہے.

شرطی کی چوتھی نوع سے نتیجہ لینے میں جو ہم نے طریقہ ذکر کیا ہے اس کے حساب سے نتیجہ (اگر س ب ح صادق نہ ہو تا تو کل ب م) ہوتا۔

ب: قیاس استثنائی

سابق شرطی کا نتیجہ صغری ہو گا اور وہ (اگر س ب ح صادق نہ ہو تو کل ب م) ہو گا۔

کبری ہمارا قول ہو گا کہ (لیکن کل ب م کاذب ہے)۔

کیونکہ اس کی نقیض (س ب م) فرض کے حساب سے صادق ہے

تو نتیجہ ہو گا ضروری ہے کہ (س ب ح) صادق ہو جو کہ مطلوب ہے۔

قیاس مساوات

وہ قیاس مشکلہ جن کو قیاس مرکب کی طرف پلٹانا ممکن ہوتا ہے ان میں سے قیاس مساوات ہے۔ اس کو قیاس مساوات کا نام اس وجہ سے دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں اصل معروف مثال ہے کہ اب کے مساوی ہے ب ج کے مساوی ہے پس اج کے مساوی ہے۔ وگرنہ یہ قیاس مماثلت، مشابھت اور اس جیسے باقیوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے منطقیوں کا قول ہے کہ انسان نطفہ سے ہے نطفہ عناصر میں سے ہے پس انسان عناصر میں سے ہے۔ اور ان کا قول ہے کہ جسم حیوان کا جزء ہے حیوان انسان کا جزء ہے پس جسم انسان کا جزء ہے۔

قیاس مساوات کا صدق ایک مقدمہ خارجیہ محذوفہ کے صدق پر موقوف ہوتا ہے۔ جیسے مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے، جزء کا جزء جزء ہوتا ہے مماثل کا مماثل مماثل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح باقی۔ اسی وجہ سے جب مقدمہ خارجیہ کاذب ہو تو نتیجہ نہیں آتا جیسے دو چار کا آدھا ہے اور چار آٹھ کا آدھا ہے پس نتیجہ نہیں آئے گا کہ دو آٹھ کا آدھا ہے۔ کیونکہ نصف کا نصف نصف نہیں ہوتا۔

اس قیاس کی تحلیل:

جیسے کہ آپ نے دیکھا یہ قیاس ایسی ھیئت پر ہے جو مانوس نتیجہ خیز قیاس کے مخالف ہے۔ کیونکہ اس کے اندر تمام اوسط میں کسی قسم کی شرکت نہیں ہے۔ کیونکہ دوسرے مقدمے کا موضوع ب ہے جو کہ پہلے مقدمہ کے محمول (مساولب) کا جزء ہے۔ تو اس قیاس کی تحلیل اور اس کو منظم قیاس کی طرف پلٹانا ضروری ہے۔ مقدمہ خارجیہ کو اس کے دونوں مقدموں کے ساتھ ملایا جائے گا تاکہ یہ قیاس کی ھیئت پر ہو جائے ابتدائی نظر میں فقط مقدمہ خارجیہ کو ملانے سے مشکل حل نہیں ہوتی تو ظاھر نہیں ہوتا کیسے وہ قیاس ترتیب پائے گا جس کے مقدمات تمام وسط میں مشترک ہوں؟ اور یہ قیاس کی انواع میں سے کونسی نوع ہے۔؟ اس وجہ سے ان حدود کی طرف تحلیل کرنا مشکل سمجھا جاتا ہے جو ایسے قیاس پر مترتب ہوتی ہوں جو یہ نتیجہ دینے والا ہے۔ اور بعض منطقیوں نے اسی قیاسات مفردہ میں سے اور بعض نے قیاسات مرکبہ میں سے شمار کیا ہے۔

ہمارا اس کو قیاسات مرکبہ میں سے شمار کرنا صحیح ترین ہے۔ تو ہم کہتے یہ دو قیاسوں سے مرکب ہوتا ہے۔

پہلا قیاس: جس کی صغری پہلا مقدمہ ہے یعنی (آ مساولب)

اور اس کا کبری ہے کل مساولب مساولج (ب کا ہر مساوی ج کا مساوی ہے)۔

یہ کبری صادقہ ہے جس کو قیاس مساوات کے دوسرے مقدمہ سے لیا گیا ہے یعنی (ب مساولج)

کیونکہ اسی حساب سے (مایساوی ج) ب سے ہی دوسری عبارت ہے۔ پس اگر آپ کہیں کہ (ہر وہ جو ب کے مساوی ہو وہ ب کے مساوی ہو گا) تو یہ قضیہ صادقہ بدیھیہ ہو گا۔ اور صحیح ہے کہ (مایساوی ج) کی عبارت کو حرف ب سے بدل دیا جائے تو اس کی جگہ ہم (مساولب مساولمساوي ج) کہیں گے۔ اسی بناء پر پہلا قیاس حملی کی شکل اول سے ہو گا۔ اور اس میں اوسط (مساولب) ہو گی۔

تو نتیجہ (اَمساولمساوي ج) ہو گا۔

دوسرا قیاس:

اس کا صغری پہلے قیاس کا نتیجہ سابقہ (اَمساولمساوي ج) ہو گا۔

اور اس کا کبری مقدمہ خارجیہ مذکورہ ہو گا اور وہ (المساوی لمساوي ج مساولج) ہو گا نیز حملی کی شکل اول سے قیاس منظم ہو گا اور اس میں اوسط (مساولمساوي ج) ہے۔

تو نتیجہ اَمساولج ہو گا جو کہ مطلوب ہے۔

استقراء

اس کی تعریف:

جو بحث گزری ان میں استقراء کی تعریف ہم نے کی اس طرح سے کہ (ذھن چند جزئیات کا مطالعہ کرے اور اس سے حکم عام کو استنباط کرے)

جیسے کہ ہم حیوان کی چند جزئیات کو مطالعہ کریں تو پائیں گے کہ اس کی انواع میں سے ہر نوع کھانا چبانے کے وقت نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتی ہے۔ تو اس سے ایک عام قاعدہ استنباط کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ (ہر حیوان کھانا چباتے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے)۔

استقراء تمام قواعد عامہ اور احکام کلیہ کیلیے بنیاد ہے۔ کیونکہ قاعدہ عام اور احکام کلی کو حاصل کرنا جزئیات کی جستجو اور ان کے استقراء کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ استقراء کی حقیقت خاص کے ذریعے عام پر استدلال کرنا ہے۔ قیاس اس کے برعکس ہے کیونکہ قیاس کیلیے ضروری ہے کہ مقدمہ کلیہ پر مشتمل ہو اور اس سے غرض اس کے حکم کلی کو نتیجہ کے موضوع پر منطبق کرنا ہوتا ہے۔

استقراء کی اقسام:

استقراء کی دو قسمیں تام اور ناقص ہیں۔ کیونکہ اس میں تمام جزئیات کے حال کی جستجو ہو گی یا کچھ کی ہو گی۔

پہلی (تام) یہ یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ قسم اس قیاس کی طرف پلٹتی ہے جو تقسیم کرنے والا ہو اور دو برھانوں میں استعمال کیا جائے۔

جیسے ہمارا کہنا ہے کہ

ہر شکل گول ہوتی ہے یا اضلاع والی ہوتی ہے۔ ہر گول شکل والی چیز کی انتہاء ہوتی ہے اور ہر اضلاع والی شکل کی انتہاء ہوتی ہے پس ہر شکل انتہاء والی ہوتی ہے۔

دوسرا (ناقص) اس سے مراد استقراء کرنے والے کا بعض جزئیات کی جستجو کرنا ہے۔ جیسے حیوان کی مثال کہ وہ کھانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے۔ استقراء کے حکم کے ذریعے یہ حیوان کی زیادہ تر انواع کیلیے ہے۔ اور منطقی کہتے ہیں کہ یہ صرف ظن (گمان) کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ جزئیات میں کچھ ایسی ہوں جن کیلیے یہ حکم نہ ہو جیسے کہا جاتا ہے مگرمچھ کھانا چبانے کے وقت اوپر والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے

شبہ مستعصیہ (مشکل سمجھا جانے والا شبہ)

بتحقیق قیاس وہی مطالب فلسفیہ کی ادلہ میں سے عمدہ ہوتا ہے جو یقین کا فائدہ دے۔ کیونکہ وہ ہر حال میں مقدمہ کلیہ پر اعتماد کرتا ہے صحیح طور پر اس میں بنیاد استقراء ہے۔ کیونکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ قاعدہ کلیہ تمام جزئیات کی جستجو کے بعد ہی ہمیں حاصل ہو سکتا ہے۔

اور کوئی شک نہیں ہے کہ اکثر قاعدہ کلیہ کے افراد انتہاء کو پہنچنے والے نہیں ہوتے تو ان میں استقراء تام حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

اس سے لازم آئے گا کہ ہمارے اکثر قواعد جن پر قیاسات کو حاصل کرنے کیلیے اعتماد کیا جاتا ہے وہ ظنیہ ہوں۔ تو لازم آئے گا ہمارے اکثر قیاس ظنیہ ہوں اور ہماری اکثر ادلہ تمام علوم و فنون میں غیر برھانی ہوں اور یہ ایسی چیز ہے جس کا کوئی بھی وھم نہیں کرتا۔

تو کیا ممکن ہے ہم ادعاء کریں کہ استقراء ناقص یقین کا فائدہ دیتا ہے ؟ (اگر ہم ایسا کہیں تو) ہم پہلے تمام منطقیوں کی مخالفت کریں گے۔ بسا اوقات یہ دعوی قبول کرنے کے قریب ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم پاتے ہیں کہ امور عامہ کا ہمیں یقین ہو جاتا ہے اور ہمیں ان کے تمام افراد کا استقراء حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے تمام کل اور جزء کے استقراء کے محال ہونے کے باوجود ہم یقینی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ ہر کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔ اور جس طرح تمام دو اور چار کے استقراء کے محال ہونے کے باوجود ہم حکم لگاتے ہیں کہ دو چار کا نصف ہوتا ہے۔ اور جس طرح ہر آگ اور ہر انسان کے استقراء کے محال ہونے کے باوجود ہم حکم لگاتے ہیں کہ ہر آگ جلاتی ہے اور ہر انسان مرتا ہے۔ اسی طرح بے شمار قاعدہ بدیھیہ ہیں چہ جائے کہ نظریہ ہوں۔

شبہ کا حل

شبہ کے حل میں ہم کہتے ہیں استقراء کی چند اقسام ہیں۔

1 ؛ جس کی بنیاد صرف مشاھدہ پر ہوتی ہے۔ جب ہم کچھ یا زیادہ جزئیات کا مشاھدہ کرتے ہیں کہ ان کیلیے ایک وصف ہے۔ تو ہم استنباط کرتے ہیں کہ تمام جزئیات کیلیے یہ وصف ہے۔ جیسے کہ بعض حیوانات کا استقراء کرنا کہ وہ کھانا چباتے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتے ہیں لیکن یہ استنباط نقض کے قابل ہے۔ تو اس میں حکم قطعی نہیں ہے۔ اس قسم پر سابقہ منطقیوں کی نظروں نے اپنی مباحث میں اقتصار کیا ہے۔

2: وہ استقراء جس کی بنیاد مشاھدہ کے ساتھ تعلیل پر بھی ہو۔ جیسے مشاھدہ کرنے والا جزئیات کیلیے وصف کے ثابت ہونے کی علت کے بارے میں بحث کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ وصف ان جزئیات کیلیے اس علت کی وجہ سے ہے یا یہ خصوصیت اس کی نوع میں موجود ہے۔ عقل کے نزدیک کوئی شبہ نہیں ہے کہ کبھی بھی علت سے اس کا معلول پیچھے نہیں رہتا۔ اس وقت استقراء کرنے والے مشاھد کو اس نوع کی تمام جزئیات کیلیے وصف کے ثابت ہونے کا قطعی یقین ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان (تمام) کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ جیسے کہ بحث کرنے والا مشاھدہ کرتا ہے کہ کچھ دوائیاں دست لگانے میں اثر رکھتی ہیں تو اس اثر رکھنے کی علت کے بارے میں جستجو کرتا ہے اور اس چیز کو اس کے عناصر کی طرف جدا جدا کرتا ہے۔ تو عام حالات میں اس کی جسم میں دست لگانے کی تاثیر کو پہچان لیتا ہے تو بیشک یقینی طور پر حکم لگاتا ہے کہ یہ چیز ہمیشہ یہ والا اثر کرتی ہے۔

تمام علمی انکشافات اور جن امور کو ہم مشاھدہ کرتے ہیں ان کے زیادہ تر احکام اسی نوع میں سے ہیں۔ یہ احکام نقض کو قبول نہیں کرتے تو اسی وجہ سے یہ یقینی ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارا حکم لگانا کہ پانی بلند مقام سے نیچے گرتا ہے تو بیشک ہم اس میں شک نہیں کرتے جب کہ ہم نے اس کی تھوڑی سی جزئیات کا ہی مشاھدہ کیا ہے یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اوپر سے نیچے گرنے میں جو راز ہے اس کی ہمیں پہچان ہے۔

جی ہاں جب باحث کیلیے آشکار ہو جائے کہ جسے وہ علت سمجھ رہا تھا وہ علت نہیں تھی یا جسے وصف سمجھ رہا تھا وہ وصف نہیں تھا تو اس کے علم اور حکم کا تبدیل ہو جانا ضروری ہے۔

3: وہ استقراء جس کی بنیاد عقل کے بدیھہ پر ہو۔ جیسے ہمارا حکم لگانا کہ ہر کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔ پس بتحقیق کل، جزء اور بڑے ہونے کے معنی کا تصور اس حکم کیلیے کافی ہے۔ اور حقیقت میں یہ استقراء نہیں ہے کیونکہ یہ مشاھدہ پر موقوف نہیں ہے۔ بیشک موضوع و محمول کا تصور حکم کیلیے کافی ہوتا ہے اگرچہ اس کی ایک جزئی کا بھی مشاھدہ نہ کیا گیا ہو۔

4: وہ استقراء جس کی بنیاد جزئیات کے درمیان مماثلت کاملہ پر ہو۔ جیسے ہم پھل کی ایک نوع کی کچھ جزئیات کو چیک کرتے ہیں تو مثال کے طور پر ہم جان لیتے ہیں کہ اس کا کھانا لذت بخش ہے اور حکم لگاتے ہیں کہ اس نوع کی تمام جزئیات کیلیے یہ وصف ہے۔ جیسے کہ ہم برھان قائم کرتے ہیں کہ معین مثلث کے زاویے دو قائموں کے برابر ہیں پس بیشک ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ تمام مثلث اسی طرح ہیں۔ اس میں ایک جزئی کی تحقیق کافی ہے۔ یہ فقط اس وجہ سے ہے کہ جزئیات اپنے وجود و تخلیق میں مماثل و مشابہ ہیں۔ تو ان میں سے ایک کا وصف بغیر فرق کے تمام کیلیے ہو گا۔

ان چار اقسام کے اس بیان کے بعد واضح ہو گیا کہ ضروری نہیں ہر استقراء ناقص فقط اس وقت یقین کا فائدہ دے جب اس کی بنیاد صرف مشاھدہ پر ہو۔ دوسری قسم یعنی وہ استقراء جس کی بنیاد تعلیل پر ہو اس کو جدید منطق میں طریقہ استنباط یا طریقہ بحث علمی کہا جاتا ہے جس کیلیے ایسی ابحاث ہیں جن کیلیے یہ کتاب وسعت نہیں رکھتی۔

تمثیل

اس کی تعریف:

یہ حجت کی تیسری نوع ہے اس کی ذریعے پانچویں باب کی مباحث تمام ہو جاہیں گی جیسے ہم نے پہلے تعریف کی۔ اس بنیاد پر تمثیل سے مراد دو چیزوں کے درمیان وجہ شبہ کے موجود ہونے کی وجہ سے ذھن کا ایک چیز کے حکم سے دوسری چیز کے حکم کی طرف منتقل ہونا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تمثیل (ایک جزئی میں حکم کو ثابت کرنا دوسری ایسی جزئی میں حکم کے ثابت ہونے کی وجہ سے جو پہلی جزئی کے مشابہ ہو)

تمثل کو فقہاء کے عرف میں قیاس کہا جاتا ہے جس کو اہل سنت احکام شرعیہ کی ادلہ میں سے قرار دیتے ہیں امامیہ اس کی نفی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو دین کو مٹانا اور شریعت کو ضائع کرنا سمجھتے ہیں۔

اس کی مثال

جب ہمارے نزدیک ثابت ہو گیا کہ نبیذ (جَو کی شرب) اپنے پینے والے پر نشہ کا اثر کرنے میں شراب کے مشابہ ہے اور ہمارے نزدیک شراب کے حرام ہونے کا حکم ثابت ہے تو ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم استنباط کریں کہ نبیذ کیلیے بھی حرام ہونے کا حکم ہے یا نبیذ کے شراب کے ساتھ نشہ کا اثر کرنے میں مشترک ہونے کی وجہ سے کم از کم اس (نبیذ) کے حرام ہونے کا احتمال ہے۔

تمثیل کے ارکان:

1:اصل

وہ پہلی جزئی جس کیلیے حکم کا ثابت ہونا معلوم ہے جیسے اس مثال میں شراب ہے۔

2:فرع

وہ دوسری جزئی جس کیلیے حکم کو ثابت کرنا مطلوب ہے جیسے اس مثال میں نبیذ ہے۔

3:جامع

اصل وفرع کے درمیان موجود وجہ شبہ جامع ہوتی ہے۔ جیسے اس مثال میں نشہ آور ہونا ہے۔

4: حکم

جس کا اصل کیلیے ثابت ہونا معلوم ہو اور فرع کیلیے ثابت کرنا مقصود ہو۔ جیسے اس مثال میں حرام ہونا ہے۔

توجب یہ ارکان پورے ہوتے ہیں تو تمثیل منعقد ہو جاتی ہے۔ اگر اصل کا حکم معلوم نہ ہو یا جامع مشترک مفقود ہو تو تمثیل حاصل نہیں ہوتی اور یہ واضح ہے۔

اس کی علمی قیمت:

تمثیل اپنی کثرت کے باوجود ان ادلہ میں سے ہے جو صرف احتمال کا فائدہ دیتی ہیں کیونکہ دو چیزوں کے ایک امر یا چند امور میں مشابہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ تمام صورتوں میں مشابہ ہوں جب آپ ایک شخص کو دیکھیں جو دوسرے شخص کے ساتھ اس کی لمبائی، اس کے چہرے کی خوبیوں یا کچھ عادتوں میں مشابہ ہے اور ان میں سے ایک یقینی طور پر مجرم ہے تو بتحقیق آپ کیلیے لازم نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ عادتوں یا افعال میں صرف مشابھت کی وجہ سے آپ دوسرے کے بھی مجرم ہونے کا حکم لگائیں۔

جی ہاں جب اصل و فرع کے درمیان مشابھت کی جہات قوی اور زیادہ ہوں تو آپ کے نزدیک احتمال قوی ہوتا ہے یہاں تک کہ یقین کے قریب ہونے کی وجہ سے ظن بن جاتا ہے۔ اور قیافہ (شکل وصورت وغیرہ دیکھ کر اس کے نسب کا اندازہ لگانا) اسی باب سے ہے۔ بیشک کبھی کبھار ہم ایک شخص کو فقط دیکھنے کے ذریعے اس پر حکم لگاتے ہیں کہ وہ بافضیلت اخلاق یا برے اخلاق کا مالک ہے کیونکہ ہم اس سے پہلے ایسے شخص کو جانتے ہوتے ہیں جو چہرے کی بہت سی خوبیاں یا بہت سی عادات میں اس (محکوم شخص) کے مشابہ ہوتا ہے اور (جس کو پہلے دیکھا ہوتا ہے) وہ شخص بافضیلت یا برے اخلاق کا مالک ہوتا ہے لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی ہمیں حق سے بے نیاز نہیں کرتی۔

مگر ممکن ہے ہمیں معلوم ہو جائے کہ اصل میں حکم کے ثابت ہونے کی علت تامہ یہی مشابھت کی جھت ہے۔ تو ہم یقینی طور پر فرع میں علت تامہ کے موجود ہونے کی وجہ سے اس (فرع) کیلیے اسی حکم کو استنباط کرتے ہیں۔ کیونکہ معلوم کا علت تامہ سے پیچھے رہے جانا محال ہے۔ مگر ساری صلاحیت حکم کیلیے جامع کو علت تامہ ثابت کرنے میں ہے۔ کیونکہ یہ ایسی جستجو کی محتاج ہے جس کو انجام دینا آسان نہیں یہاں تک کہ امور طبیعیہ میں بھی آسان نہیں۔ اس جھت سے تمثیل استقراء کی اس قسم کے ساتھ ملحق ہے جس کی بنیاد تعلیل پر ہو۔ جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے بلکہ یہ وہی چیز ہے۔

بہر حال مسائل شرعیہ میں حکم کے ثابت ہونے کیلیے یہ ثابت کرنا کہ جامع علت تامہ ہے اس تک پہنچنے کیلیے کوئی راستہ نہیں سوائے یہ کہ خود شارع کی طرف سے بیان ہو۔ اس وجہ سے اگر شارع کی طرف سے علت پر نص قائم کی گئی ہو تو بتحقیق فرع میں حکم کے ثابت ہونے پر اس کے ذریعے استدلال کرنے میں تمام فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ جیسے معصوم علیہ السلام کا فرمان ہے (کنویں کا پانی وسعت والا ہے اس کو کوئی چیز خراب نہیں کرتی کیونکہ اس کیلیے پھیلاؤ ہے) تو بیشک اس سے استنباط کیا جاتا ہے کہ جس پانی کیلیے بھی پھیلاؤ ہو گا تو وہ ایسی وسعت والا ہو گا جس کو کوئی چیز خراب نہیں کر سکے گی- جیسے حمام کا پانی اور سیدھے رستے پہ بہنے والا پانی ہے-

در حقیقت جس تمثیل میں معلوم ہو کہ جامع علت تامہ ہے وہ قیاسِ برھانی کے باب سے ہوتی ہے جو یقین کا فائدہ دیتا ہے ۔ کیونکہ اس میں جامع حد اوسط، فرع حد اصغر اور حکم حد اکبر ہوتا ہے تو ہم پانی کی مثال میں کہتے ہیں۔

حمام کے پانی کیلیے پھیلاؤ ہوتا ہے

ہر وہ جس کیلیے پھیلاؤ ہو وہ ایسی وسعت والا ہوتا ہے جس کو کوئی چیز خراب نہیں کرتی۔ (حدیث میں مذکور تعلیل کے مطابق)

نتیجہ: حمام کا پانی ایسی وسعت والا ہوتا ہے جس کو کوئی چیز خراب نہیں کرتی۔

اس کے ذریعے یہ تمثیل کے اسم اور فقہاء کی اصطلاح میں جو قیاس ہے اس کے اسم سے خارج ہو جاتی ہے جو فقہاء کے نزدیک محل اختلاف ہے۔

تمت بالخير

اللهم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجهم

تقبل منا هذا السعی بحق محمد و آل محمد علیهم السلام